



ابن عبد ربہ کی عربی زبان و ادب میں خدمات
خصوصاً

العقد الفرید کے حوالے سے

تلخیص

مقالہ برائے

پی ایچ، ڈی

زیرنگرانی

ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی

مقالہ نگار

محمد قمر الدین

شعبہ عربی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰۰۳ء



**Ibn-Abd Rabbihi-His Contribution to Arabic-Languages and
Literature, With Special Reference to Al-Iqd al-Farid**

THESIS

SUBMITTED FOR THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

ARABIC

BY

MD. QAMRUDDIN

UNDER THE SUPERVISION OF

DR. ABU SUFYAN ISLAHI

DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)

2003

تلخیص

اندلس گرچہ چھوٹا سا ملک تھا، لیکن جہاں تک علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے تعلق سے یہ ملک بامعروج و پرفاخر تھا، اندلسی علماء، ادباء، شعراء، فلاسفہ، حکماء اور اطباء کا اسلامی دنیا کے عظیم ترین شخصیات میں شمار ہوتا ہے، اور اسلامی تاریخ میں سوائے عراق اور ماوراء النہر کے کسی اور ملک نے جو اندلس کی طرح چھوٹا ہو اس قدر بیشتر علوم و فنون کے ماہرین پیدا نہیں کیے، دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی اس کی مثالیں کم ملیں گی، انہی ستاروں میں ایک تابندہ ستارہ ابن عبد ربہ ہے جو قرطبہ میں پیدا ہوا اور قرطبہ ہی اس کی تربیت گاہ ہے، ابن عبد ربہ کے عہد شباب میں علم فقہ پر خاصی توجہ تھی، اسی وجہ سے ابن عبد ربہ بھی فقہ کی تعلیم کی طرف خاص طور پر منعطف ہوا، اور اس زمانہ کے مشہور اساتذہ کرام کے علمی و ادبی مجالس میں شریک ہو کر اپنے علمی ذوق و شوق کو پروان چڑھانے میں مشغول رہتا تھا۔ اپنی زبردست قوت حافظہ کے باعث جلد ہی قرطبہ کی علمی مجالس کی رونق بن گیا اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ابن عبد ربہ کی شہرت و عظمت کا اصل نقیب اس کی شاعری اور عربی ادب کا گہرا مطالعہ ہے، کیونکہ شعر و شاعری سے اسے فطری لگاؤ تھا۔

ابن عبد ربہ نے اپنی شعری زندگی کا آغاز قرطبہ کے نزدیک ایک چھوٹے سے شہر ”کنٹش“ سے کیا۔ اور اس کے بعد ارباب سیاست اور سلاطین کے دربار سے وابستہ ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔ وہ فی البدیہہ شعر کہتا تھا، اور جب بھی طبع آزمائی کا ارادہ کرتا تو اشعار اس کی زبان پر رواں دواں ہو جاتے، ابن عبد ربہ کی شاعری نے نہ صرف عوام بلکہ عوام خواص سے بھی داد تحسین حاصل کی۔ شاعری کے میدان میں ابن عبد ربہ کا ایک نمایاں مقام ہے، وہ اکثر و بیشتر فرحت و مسرت کی

تلاش میں سرگرداں رہتا، موسیقی اس کے پیروں کی زنجیر تھی، اس کے سروں میں گم ہو جاتا تھا، یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک دفعہ قرطبہ میں کسی امیر کے محل کے نیچے سے گذر رہا تھا جہاں پر گانے کی محفل چل رہی تھی، وہ گانے کی آواز سن کر ٹھہر گیا اور صاحبِ قصر کو یہ اشعار لکھ بھیجا:

يامن يضمن بصوت الطائر الغرد ما كنت أحسب هذا البخل في أحد
لو أن سماع أهل الأرض قاطبة اصغت الى الصوت لم ينقص و لم يزد
قصر کے مالک کو جیسے ہی رقعہ ملا شعر پڑھنے کے بعد فوراً نیچے اتر آئے اور ابنِ عبد ربہ کو اپنی مجلس میں لے گئے اور اس سے مزید اشعار سن کر محفوظ ہوئے۔

ابنِ عبد ربہ کے اشعار سے نمایاں ہے کہ وہ نسائی محفلوں میں بھی اٹھتا بیٹھتا تھا، لیکن زندگی کے آخری ایام میں تائب ہو کر کہتا ہے:

زمان كان فيه الرشذ غيّا و كان الغيّ فيه من رشادی
یہاں پر ابنِ عبد ربہ ابونواس کے مماثل نظر آتا ہے جو خلیفہ امین کے قتل کے بعد شراب اور لہو و لعب سے تائب ہو کر پاکیزہ زندگی گزارنے لگا۔

ابنِ عبد ربہ کی زندگی میں جہاں ایک طرف خوشحالی اور آسودگی رقص کرتی ہوئی نظر آتی ہے تو وہیں دوسری جانب حوادثِ زمانہ کی تلخیاں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں، سب سے پہلے ۳۱۴ھ میں اسے اپنے بڑے بیٹے یحییٰ ابنِ عبد ربہ کی موت کا سامنا کرنا پڑا، ابھی اس جاں گسل حادثہ سے سنبھلا بھی نہیں تھا کہ دوسرا سخت جگر شیر خوارگی کے عالم میں داغِ مفارقت دے گیا، اور ابھی مکمل طور پر اس صدمہ سے عہدہ برآ بھی نہ ہو پایا تھا کہ خود بیمار پڑ گیا اور اپنی موت سے کچھ سال قبل مفلوج ہو کر ہمیشہ کے لیے صاحبِ فراش بن گیا۔

ابنِ عبد ربہ کے کلام کا ایک بڑا حصہ عبرت و نصیحت سے عبارت ہے، جس میں اس نے دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کی ناپائیداری کا بہت ہی موثر انداز میں ذکر کیا ہے، ایک جگہ کہتا ہے:

ألا انما الدنيا غضار، ايكة اذا اخضر منها جانب جفّ جانب

ہی الدار ما الآمال الافجائع علیہا ولا اللذات الا مصائب

ابن عبد ربہ بالکل مفلوج ہونے کے بعد صرف اپنی شہرت و عظمت کے باعث مرجع خلأق بنا ہوا تھا، مختلف شہروں سے علماء، ادباء اور شعراء اس کی خدمت میں حاضری دیتے، بستر علالت پر بھی فیض پہنچا تا رہا اور شائقین علم و ادب کو اپنی کتاب ”العقد الفرید“ کی روایت کی اجازت دیتا رہا، بالآخر قریطہ ہی میں ۸۱ سال ۸ ماہ ۸ دن کے بعد جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ کو ہمیشہ ہمیش کے لیے شعر و ادب کا چراغ گل ہو گیا۔

ابن عبد ربہ کو شاعری کے تمام اصناف مثلاً ہجو، مدح، مرثیہ، غزل، زہد اور وصف نگاری کے علاوہ فن موسیقی اور طب وغیرہ میں بھی دسترس حاصل تھی، اس کے خیالات ندرت و انفرادیت کی اعلیٰ مثال ہیں، اس کا ہر شعر اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اسے عربی زبان و ادب پر قدرت کاملہ حاصل تھی، اس کے خیالات میں قدرتی حسن و موضوعات میں تنوع ہے، اس کی شاعری بہترین تشبیہات اور نادر استعارے سے مرصع ہے، جسے اس کی شاعری کا ایک امتیاز قرار دیا جاسکتا ہے۔

ابن عبد ربہ نے قصائد و قطعات کے علاوہ فن موشحات میں بھی طبع آزمائی کی، فن موشحات کے سلسلہ میں بعض ناقدین کا خیال ہے کہ اس فن کا موجد ابن عبد ربہ تھا، اور بعض کے قول کے مطابق عبادہ بن ماء السماء تھا۔

اس نے مدحیہ قصائد میں بھی نام پیدا کیا، اس نے صرف خلفاء اور امراء کی ہی نہیں بلکہ علماء اور ادباء کو بھی مدح کا موضوع بنایا، اس نے مدحیہ قصائد میں مدوح کی عادت حسنہ اور خصائل حمیدہ، شجاعت و بہادری اور سخاوت و فیاضی اور ان کے علم و فضل کا ذکر کیا ہے، اور مدوح کی جود و سخا کو بارش اور سمندر سے تشبیہ دی ہے۔

ابن عبد ربہ کے زیادہ تر اشعار غزلیہ ہیں، متنبی کی طرح اسے غزل گوئی میں کمال حاصل تھا، متنبی اسے ”بلیح الاندلس“ کے نام سے پکارتا تھا، اس کی غزل سادہ اور تکلف و تصنع سے پاک تھی، غزلیہ اشعار کیوجہ سے اسے ممتاز مقام حاصل تھا، چنانچہ اس کے معاصرین شعراء اور ادباء نے بھی اس کی غزل گوئی کو

تسلیم کیا ہے، اس کے غزلیہ اشعار کو پڑھکر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غزل گوئی میں اسے امتیازی حیثیت حاصل تھی، درحقیقت اشعار اس کی نوجوانی کا گراں ترین سرمایہ ہے، اور جب اس کا بوڑھا پا قریب ہوا تو اسے احساس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا مجھے اس بے راہ روی کے سلسلہ میں محاسبہ کر لے، تو اس نے خدا کے سامنے توبہ کر لی اور جتنی عشق و محبت کے بارے میں کہی تھیں اتنے ہی اشعار زہد و موعظت میں، اور اس شعری مجموعہ کو ”المحصات“ کے نام سے موسوم کیا۔

مرثیہ گوئی میں بھی ابن عبد ربہ ایک اعلیٰ مقام پر فائز تھا، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب ”العقد الفرید“ کا ایک حصہ اس کے لیے مخصوص کیا ہے، اس کے وہ مرثیہ جو اپنے دونوں بیٹوں کے لیے کہے تھے بے نظیر ہیں۔

ہجو یہ اشعار بھی بکثرت ہیں، جن میں چند قصائد بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک تو اپنے ہی دوست اور شاعر تکی القلطا کے ہجو کے جواب میں کہا تھا، اس کے علاوہ ابو عبید منجم، ابو حفص عمر بن قہیل کاتب اور اپنے بھتیجے کے ہجو میں اشعار بکثرت کہے ہیں۔

ابن عبد ربہ پہلا اندلسی شاعر ہے جس نے اصول شاعری کے مطابق شاعری کی، اور فن عروض کی مشکل بحور کو آسانی یاد کرنے کے لیے منظوم شکل میں پیش کیا۔

ابن عبد ربہ کی مقبولیت و شہرت، تعظیم و تکریم اور کمال شاعری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ متنبی بھی اس کی شخصیت اور شعر و شاعری کا معترف تھا، اور نہ صرف یہ کہ معترف بلکہ اندلس کا کوئی بھی ادیب اور شاعر اسے ملتا تو ابن عبد ربہ کے اشعار کو ضرور سنتا۔

ابن عبد ربہ کا زیادہ تر وقت عبد الرحمن الناصر کے دربار ہی میں گزارا اور انہی کی شان میں رطب اللسان رہا، اس نے الناصر کے مغازی کا ذکر ایک ار جوزہ میں نظم کیا، جو العقد الفرید میں جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے، ابن عبد ربہ پر جب بوڑھا پے کے آثار نظر آنے لگے تو اسے دنیا کی تمام لذتیں بُری لگنے لگیں، اور اسے یقین ہو گیا کہ اب موت قریب ہے، تو وہ کہتا ہے:

اتلھو بین باطیة وزیر وأنت من الهلاك علی شفیر

فیامن غرّہ أمل طویل یؤ دیہ الی أجل قصیر

ابن عبد ربہ ایک فطری شاعر تھا، اس کے اشعار زندگی کے مختلف پہلوؤں کے ترجمان ہیں، اس نے فکر و نظر کو جلا بخشی، گہرائی سے انسانی زندگی کے نشیب و فراز کا مطالعہ کیا، فکر و فن کے جوہر دکھائے، انسانی زندگی کو اپنے اشعار میں مصور کیا اور براہ راست بادشاہوں کے سایہ میں زندگی بسر کی، اس لیے اس نے اپنے ان واقعات کا بھی ذکر کیا جو بادشاہوں کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ اس کی شاعری میں ان واقعات کا بھی تذکرہ ہے جو انسانی معاملات سے متعلق ہیں۔

ابن عبد ربہ نے ایک ایسی جامع کتاب تصنیف کی کہ جس کی وجہ سے ادباء کے درمیان قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، اور عربی ادب کی دنیا میں شہرت و عظمت حاصل کیا۔ ”العقد الفرید“ کی تصنیف سے ابن عبد ربہ کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مشرقی علوم و فنون کے ذخائر مغرب کے اہل علم کے سپرد کر دیا جائے، اس لیے انہوں نے اپنی کتاب کو انسائیکلو پیڈیا کے طرز پر مرتب کیا اور اسے اندلس کی تاریخ اور دوسرے شعراء کے ساتھ اپنے اشعار سے بھی کتاب کو مزین کیا۔ اس کتاب کا شمار عربی ادب کی بنیادی اور اہم کتابوں میں ہوتا ہے، جو آج تک اہل علم کا مرجع و مصدر بنی ہوئی ہے، جس میں بہت سی بکھری ہوئی مفید باتیں، منتشر مسائل، متفرق واقعات و حوادث، انساب و امثال، اشعار حتیٰ کہ طب اور موسیقی کے متعلق بھی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں، اس کے علاوہ علم العروض، علم الالغان اور علم التواتر، جاہلی دور کے واقعات، انساب اور پڑوسیوں کے مختلف النوع واقعات کے متعلق بھی بحث کی ہے۔

اس کتاب نے ابن عبد ربہ کو شہرت و عظمت کا درخشندہ ستارہ بنا دیا اور ہر طرف اس کی قابلیت و علمیت، وسعت معلومات، زور انشاء اور فصاحت و بلاغت کا چرچا ہونے لگا۔ ابن عبد ربہ نے کتاب کے ہر باب کو ”ہیرے“ کے نام سے موسوم کیا، اور کتاب کو پچیس حصوں یعنی پچیس ہیروں میں منقسم کیا ہے۔

ابن عبد ربہ کتاب کی ترتیب و تبویب کے بارے میں یوں رطب اللسان ہیں:

”میں نے ”العقد الفرید“ کی تالیف اور اس میں ادب کے جواہرات میں سے عمدہ جواہر کا انتخاب کیا، جو مجمع و مقفی عبارت میں ہے، اور ہر باب کے آغاز میں ایک تمہید باندھی گئی ہے، اور اس میں علماء، حکماء اور ادباء کے اقوال سے روایات پیش کی گئی ہیں“

آخر میں ابن عبد ربہ رقم طراز ہے کہ میں نے بعض عربی ادب کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ نہ تو ادب کے تمام موضوعات کو اس میں نقل کیا گیا ہے اور نہ ہی تمام روایات کو جمع کیا گیا ہے، اس لیے میں نے العقد الفرید کو جامع، کافی اور شافی بنانے کی کوشش کی ہے اور ان روایات کو جس کو ہر خاص و عام ادیب نے روایت کی ہیں نقل کر دی ہیں، نیز بادشاہوں کے کلام کو بھی نقل کرنے کی کوشش کی ہے، اور ہر باب کو اپنے اشعار کے علاوہ دو سے شعراء کے اشعار سے مزین کیا ہے۔

ابن عبد ربہ وہ منفرد شخص ہے جس نے اپنی کتاب میں متعدد علوم و فنون کے ساتھ ساتھ مختلف ادوار کے قصے کہانیوں کو بھی موضوع بحث بنایا، لیکن مصنف کا بنیادی مقصد علمی اور ادبی مباحث تھے، اور اس نے کتاب میں مختلف علوم و فنون جمع کرنے کی غرض بھی یہی بتائی ہے کہ وہ ایک ادیب کی حیثیت سے اس کتاب کو ادبی شہ پارہ بنانے کا خواہشمند تھا، اور اپنے اسی نظریہ کی تائید میں ابن قتیبہ کا قول نقل کیا، ”کہ جو شخص عالم بننے کا خواہشمند ہو اس کو ایک فن میں مہارت حاصل کرنی چاہئے، اور جو شخص ادیب بننا چاہتا ہے وہ علوم و فنون میں قدرت حاصل کرے۔“

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ کہ احادیث کو مختلف مسائل میں بطور استدلال نقل کیا گیا ہے، بے شمار ائمہ متقدمین کے افکار و خیالات اور بعض مقامات پر قرآنی آیات کی تفاسیر بھی بیان کی گئی ہیں۔ العقد الفرید کو متقدمین ادباء کی کتابوں میں اولین مرتبہ حاصل ہے، عربوں کی سیاسی، اجتماعی، اور ادبی تاریخ کے بارے میں اسے مصدر کی حیثیت حاصل ہے، ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اموی خلفاء، عربوں کے ابتدائی حالات اور اموی حکمرانوں کے درمیان اختلافات کو بھی موضوع بحث بنایا جو ایک تاریخ کے طالب علم کے لیے اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

بعض قول کے مطابق ”العقد الفرید“ میں سیاسیات، اجتماعیات، اقتصادیات اور ادبیات کا تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا گیا ہے، اور ”کتاب الوفود“ میں مصنف نے عبداللہ بن جعفر کے وفود کی خبر کو جس طریقہ سے تاریخی انداز سے بیان کیا ہے اور ان کے اقتصادی اور اجتماعی حالات پر اظہار خیال کیا ہے، ایک تاریخ نویس بھی اس منہج پر بیان نہیں کر سکتا۔

العقد الفرید کی ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کا ایک نقص یہ ہے کہ ابن عبد ربہ نے بعض خبریں بغیر تحقیق کے پیش کر دی ہیں جو اس کے تاریخی ضعف کو واضح کرتی ہیں۔

العقد الفرید کے بعض واقعات کی بنا پر ابن عبد ربہ کو ناقدین کے اعتراضات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ابن عبد ربہ کے ہم عصر دوست کی القلفاط نے ابن عبد ربہ پر تنقید کرتے ہوئے العقد الفرید کو مذاق اور دل لگی کا سرچشمہ قرار دیا، اور اسے ”جبل الثوم“ (لہسن کی گھڑی) کے لقب سے موسوم کیا، اور مشہور ادیب و شاعر صاحب ابن عباد کی سخت تنقید بھی اس کتاب کی پیشانی پر بد نما داغ بن کر رہ گئی۔

العقد الفرید سے اہل علم و فضل مستقل استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں، جن کا احاطہ مشکل ہے، کیونکہ ادب کے ضخیم مجموعے جو ”العقد الفرید“ کے بعد منظر عام پر آئے، ان کتب کے مصنفین نے اپنی کتاب کو مصدر بنایا اور اس سے استفادہ کیا۔

العقد الفرید کی دو مرتبہ تلخیص پیش کی جا چکی ہے، لیکن سوء اتفاق کہ دونوں نسخے ضائع ہو گئے، سب سے پہلے ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرحمن نے العقد الفرید کا اختصار کر کے شائع کرایا تھا، اس کے بعد ابن منظور صاحب ”لسان العرب“ نے بھی اس کا اختصار کیا تھا، اس کے علاوہ تیسرا اختصار ”مختار العقد الفرید“ کے نام سے شائع ہوا، یہ اختصار اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اگر کوئی شخص قلت وقت کی وجہ سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو العقد الفرید کے تمام موضوعات سے نہایت قلیل وقت میں استفادہ کر سکتا ہے۔

العقد الفرید ایک ایسی جامع و منفرد کتاب ہے جس میں عربوں کی صدیوں کی ذہنی کاوشوں کو پیش کر دیا گیا ہے، اس کتاب میں مصنف نے کسی ایک موضوع کو نہیں اپنایا بلکہ عربوں کی تاریخ و تہذیب کی

جواہر کو پیش کیا گیا ہے، اس نے قرآن و حدیث، شعر و ادب اور تاریخ کے میدان میں اپنی فکری عظمت کو ثبوت دیا ہے، ایک حسین بوقلموں مرقع پیش کیا ہے جس سے مصنف کی تبحر علمی اور بصیرت نگاری کا اظہار ہوتا ہے، اس نے بڑے مؤثر انداز میں ہر بات کو نقل کیا ہے اور ہر موضوع پر قیمتی مواد جمع کیا ہے، اور جا بجا خود اپنے اشعار اور دوسرے عظیم شعراء کے اشعار سے مزین کیا ہے، اس لیے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم و فضل کے دروازے اس کے سامنے کھلے ہیں اور اپنی وسعت فکر اور غیر معمولی مطالعہ سے لیکر علم و ادب کے مختلف میدانوں، عربوں کی مختلف رسوم و روایات اور تہذیب و ثقافت کے مختلف گوشوں کو اس طرح ہمارے سامنے پیش کیا ہے کہ پوری کتاب میں اس کی دانشوری کی عظمت جلوہ فگن ہے۔



ابن عبد ربہ کی عربی زبان و ادب میں خدمات
خصوصاً

العقد الفرید کے حوالے سے

مقالہ برائے
پی ایچ، ڈی

زیر نگرانی

ڈاکٹر ابو سفیان اصلاحی

مقالہ نگار

محمد قمر الدین

شعبہ عربی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲۰۰۳ء

قسم اللغة العربية و آدابها
جامعة عليكره الاسلاميه، عليكره (الهند)



External : 709062
Uny. Ex. : 700920
Internal : 222

DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH-202002 (U.P.), INDIA

التاريخ

Dated

To Whom It May Concern

This is to certify that Mr. Md. Qamruddin Enrolment No. Z-7841 has completed his Ph.D. thesis entitled "Ibn-Abd Rabbihi- His contribution to Arabic languages and literature with special reference to Al-Iqd al-Farid" under my supervision successfully. This is an original contribution and entirely his own work. Now it is recommended for the award of Ph.D. degree in Arabic literature.

A.S. Islahi

(Dr. Abu Sufyan Islahi)

SUPERVISOR
Department of Arabic
A.M.U. Aligarh.

فہرست

مقدمہ

۷-۱۴

باب اول: سوانحی حالات

۱۶-۳۴

۱۶

نام و پیدائش

۱۷

تعلیم و تربیت

۱۹

اساتذہ

۲۰

شاعری

۲۶

متنبی کا اعتراف

۲۸

دربار سے وابستگی

۳۳

مذہب

۳۴

وفات

۳۶-۷۰

باب دوم: ابن عبد ربہ۔ بحیثیت شاعر

۴۱

موشحات

۴۲

ہجو نگاری

۴۷	مدح گوئی
۵۱	غزل گوئی
۵۹	زہد گوئی
۶۳	مرثیہ نگاری
۶۶	وصف نگاری
۷۰	متفرقات

باب سوم: العقد الفرید۔ ایک مختصر جائزہ ۷۵-۱۱۳

۷۶	نام کتاب
۷۷	کتاب پر تبصرہ
۸۹	اسباب تالیف
۹۰	العقد الفرید کی ادبی اہمیت
۹۳	العقد الفرید اور دینی علوم
۹۵	تاریخی اہمیت
۹۸	تاریخی ضعف
۱۰۱	العقد الفرید ناقدین کی نظر میں
۱۰۲	العقد الفرید کا دوسری زبانوں میں تراجم
۱۰۲	العقد الفرید بحیثیت مصدر

۱۰۴ مصادر العقد الفريد

۱۱۰ اختصار العقد الفريد۔ ایک جائزہ

۱۱۳ خصوصیات العقد الفريد

باب چہارم: العقد الفريد کی علمی اور ادبی اہمیت ۱۱۶-۱۵۱

۱۱۷ کتاب العلم والادب

۱۲۲ کتاب الجوہرۃ فی الامثال

۱۲۶ کتاب الزمرۃ فی المواعظ والذہد

۱۳۰ کتاب الخطب

۱۳۳ کتاب اللؤلؤۃ الثانیۃ فی الفكاهات والملح:

۱۳۶ کتاب کلام الاعراب

۱۳۹ کتاب الزمرۃ الثانیۃ فی فضائل الشعر

کتاب الجوہرۃ الثانیۃ فی أعاريض الشعر وعلل القوافی: ۱۵۱

۱۵۸-۱۶۸ مصادر ومراجع

مقدمہ

سرزمین اندلس مسلمانوں کی عظمت و رفعت، شوکت و اقتدار اور جاہ و حشمت کا منارہ نور ہے، کلمہ حق کے انقلابی بول کی دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنا، اپنے مقاصد سے وابستگی اور اسلاف کی قدم بوسی ہی کسی قوم کے عروج و زوال کے ذرائع بنتے ہیں، مسلمانوں نے جب آٹھویں صدی عیسوی میں دیار غیر میں قدم رکھا تو کون کہہ سکتا تھا کہ ایک ان پڑھ اور بادیہ نشین قوم ظلم و بربریت، وحشت و تاریکی اور تنزلی و انحطاط کے ہر بند کو توڑتے ہوئے سیل رواں بن کر اپنا ایک رخ متعین کرے گی، اور زندگی کے ہر شعبہ میں امامت و سیادت کے نقوش چھوڑ جائے گی۔

لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ظلم و جور، تعصب و منافرت نیز آپسی عداوت و رقابت میں مبتلا قوم نے جب کلمہ توحید کا اقرار کیا، اپنے رسول ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کیا، اور مقصد حیات سے محبت کا ثبوت دیا تو یہی پتھر پوجنے والی قوم گوشہ گمنامی سے نکل کر عزت و احترام کی شاہراہ عام پر آکھڑی ہوئی، تاریخ شاہد ہے کہ انہی عوامل و محرکات کو مقصد حیات بنا کر حق و باطل کی پہلی جنگ میں صرف تین سو تیرہ مسلمانوں نے ایک ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی، دریاؤں میں گھوڑے دوڑا دیے اور دشمنان دین حواس باختہ ہو کر دیو آدمند دیو آدمند کی صدائیں بلند کرنے لگے، قیصر و کسری جو اس وقت کی عظیم طاقتیں تھیں ان کے قدموں پر گر پڑیں اور ایک ایسا انقلاب آیا جس کی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس کے متعلق مذکور ہے ”اس نے عرب کے سیاسی، علمی اور معاشی زندگی کو یکسر بدل دیا، یہ اپنے ساتھ ایک ایسی صداقت لے کر آیا ہے جو اپنے فلسفہ اور روح میں عربوں کے فلسفہ حیات اور اس کی روح سے مختلف تھا۔

اندلس جو آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا مرکز بنا، اس وقت وہاں گاتھ ”Goth“ قوم برسر اقتدار تھی، اس نے تین صدیوں تک حکومت کی اور اس نے علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کے ہر میدان کو اپنی دلچسپی اور توجہ کا مرکز بنا کر زرخیز و شاداب کرنے کی کوشش کی، لیکن عیسائی پادری ان کے عزائم میں رکاوٹ بنتے رہے، انتخاب حکومت کے معاملات میں بھی ان کا اثر و رسوخ تھا، چونکہ عیسائی پادری ظلم و جور اور عیش و عشرت کے دلدادہ تھے، لہذا اس کا اثر حکومت پر بھی پڑا، نتیجہ عیسائی پادری گاتھ حکمرانوں کے زوال کا باعث بنے، اس وقت اندلس ظلم و جور، اضطراب و بے چینی اور بد امنی و بد نظمی جیسے حالات سے گزر رہا تھا کہ راڈرک ”Rodrik“ نام کا ایک شخص گاتھ حکمرانوں کے خلاف نبرہ آزمایا اور اسے شکست دے کر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

یہ کس کو معلوم تھا کہ اندلس کے سیاسی حالات کی کروٹ مسلمانوں کے لیے راہ ہموار کرے گی، لیکن تاریخ نے دیکھا کہ یہی ہوا، جب راڈرک ”Rodrik“ نے سبطہ کے گورنر نواب یولین کی حسین و جمیل بیٹی فلورنڈا کو اپنی ہوس کا شکار بنا کر اندلس کے مقدس روایت کو پامال کر دیا، تو جوش انتقام میں نواب یولین نے وہ تاریخی کام کیا جس نے نہ صرف اس عیاش کی حکومت کا خاتمہ کر دیا بلکہ کئی صدیوں کے لیے اندلس کی تاریخ بدل دی۔

عرب صحرائیوں نے جب اندلس میں اپنے قدم رکھے تو اس وقت بھی ان کے پاس وہی مقصد حیات اور دستور زندگی تھا، جس کے علمبرداروں نے قیصر و کسریٰ کی عظمت کو خاک میں ملا دیا تھا، وہی جذبہ اور مقصد سے حقیقی عشق تھا جو غلبہ اور کامرانی کے لیے چراغ بن سکتے تھے، چنانچہ فاتح اندلس طارق

بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی دانشمندی اور دانشمندانہ قیادت و جرأت مندانه اقدام نے سرزمین اندلس پر فتح و کامرانی کے علم گاڑ دئے، یہ صحیح ہے کہ طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے اندلس سے عیسائی حکومت کا خاتمہ کر دیا لیکن خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کے باعث کوئی حکمران اس قابل نہیں تھا کہ ایک مضبوط اور مستحکم حکومت کے قیام کا ذریعہ بنے، اور عیسائی طاقت کا پوری طرح سے خاتمہ کر دے، عبدالرحمن داخل بھی جب اندلس کے تخت پر متمکن ہوا تو اسے بھی بغاوت اور خانہ جنگیوں سے سابقہ پیش آیا، لیکن صبر و استقلال کا پیکر بن کر یہ مجاہد تمام قسم کے حالات کا مقابلہ کرتا رہا اور بالآخر اپنی حکمت و جرأت تیز صبر و استقامت سے اندلس کی مسموم و مکدر فضا کو ختم کر دیا اور پورے ملک میں امن و آشتی اور اخوت و محبت کی لہر دوڑ گئی۔

سرزمین اندلس جو ظلم و بربریت اور بغاوت و سرکشی کا مسکن تھی، عرب کے صحرائیوں کی حکمت عملی اور جذبہ جہاد سے انسانیت کا مسکن بن گئی تھی، ہاں یہی زمین جو باہمی عداوت و منافرت کے نتیجے میں بنجر بن گئی تھی، لیکن جب مسلمانوں کے مبارک قدم اس پر پڑے اور انہوں نے اپنی عقل و حکمت، خلوص کامل اور جذبہ صادق کے مظاہرے کئے تو زرخیز و شاداب بن گئی، اور پورا اندلس ظاہری و معنوی دونوں لحاظ سے لہلہاتی فصل میں تبدیل ہو گیا۔

کسی قوم کے عروج و اقبال اور شوکت و حشمت کا اندازہ لگانے کے لیے بلند عمارتیں اور دعوتِ نظارہ دیتی ہوئی شاہراہیں معیار نہیں بنتیں بلکہ زندہ قوم کی زندگی کی علامت اور کامیابی کا اصل معیار یہ ہے کہ اس کے پاس ایک ضابطہ حیات ہو، روشن تہذیب و ثقافت ہو، کیونکہ اقوام کی زندگیاں انھیں چیزوں سے عبارت ہوا کرتی ہیں، یہی چیز ان کے اندر حرکت پیدا کرتی ہے اور اقوام عالم کے درمیان ان کی انفرادیت واضح کرتی ہے، سرزمین اندلس میں بلاشبہ ایک طرف حسین محلات، خوشناباغ، آرام و حمام اور ابلتے دریا تھے، تو دوسری طرف شعر و ادب، تاریخ و فلسفہ، طب، نباتات اور جغرافیہ کے علوم بھی

اپنے عروج پر تھے، بقول ایک مؤرخ:

”قرطبہ آبادیوں کا سرتاج، ہر دل کا مقصود، اہل فضل و تقویٰ کا مسکن، علوم کا سرچشمہ اور اسلام کا گھر ہے، دنیا بھر کی عقلیں سمٹ کر یہاں جمع ہو گئی ہیں، اس کے افق سے دنیا کے تارے نکلے ہیں، مشاہیر روزگار پیدا ہوئے اور نظم و نشر کے شہسواروں کے گھوڑے دوڑا دئے اور اعلیٰ درجے کی کتابیں یہی لکھی گئیں۔“

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج یورپ و امریکہ کی قومیں ترقی کی دوڑ میں پیش پیش ہیں، ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور علم و فن کا ایک بحر بیکراں ہے، گویا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں وہ علوم و فنون اور مال و دولت کے مالک بن بیٹھے ہیں، لیکن اس تاریخی حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج یورپ جس کی تحقیق و تنقید کی قسم کھائی جاتی ہے، جس کے علم و فن کو سند سمجھا جاتا ہے، اور جس کی دولت و حشمت پر نگاہ دوڑائی جاتی ہے، یہی یورپ اس وقت اپنے تمام معاملات میں مسلمانانِ اندلس کے حاشیہ نشین بن کر علم و فن کے کشل بھرتا رہا، سرزمینِ اندلس جو عربوں کی آمد سے چمنستانِ علم و فن میں تبدیل ہو گئی تھی، اس سے وہ لطف اندوز ہوتا رہا، تہذیب و ثقافت کے معاملے میں بھی اس نے عربوں کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی تھی۔

اندلس کی سرزمین سے اگرچہ مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا اور آج وہاں خدا اور اس کے رسول ﷺ کا نام لینے والا کوئی نہیں، لیکن مسلمانوں نے اپنے آٹھ سو سالہ دورِ حکومت میں وہاں ایسے کارنامے انجام دئے ہیں جو تاریخ کے لازوال نقوش ہیں، اندلس کی دو ہزار برس کی تاریخ میں وہاں کئی اقوام نے حکومت کی، سب سے پہلے قرطاجنہ والوں کی حکومت قائم ہوئی، اس کے بعد کئی سو سال تک رومیوں نے ڈنکا بجایا پھر قوطی یا گوتھ باشندوں کے ہاتھوں میں حکومت کی باک ڈور آئی، اس کے بعد مسلمان آئے اور ان کے بعد وہیں کے قدیم مسیحی باشندوں نے اپنی حکومت قائم کی جواب تک ہے، ان

تمام اقوام نے باری باری ملک کی خدمت کی اور بہت سے کارنامے انجام دیئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی قوم کے کارنامے اسلامی دور کے کارناموں میں سے زیادہ شاندار نہیں اور کسی زمانے میں اندلس کو وہ خوشحالی نصیب نہیں ہوئی جو اسلامی دور میں ہوئی، پوری تاریخ میں صرف اسلامی عہد ہی ایسا ہے کہ جب اندلس کے لوگوں نے دنیا کی رہنمائی اور امامت کی، اور صرف یہی وہ دور ہے جس میں اندلس والوں نے یورپ میں علم و فن کی روشنی پھیلائی، اندلس کی تاریخ کے کسی دور کو اگر ہم عہد زریں کہہ سکتے ہیں تو وہ صرف ”اسلامی دور“ ہے، جس زریں عہد کے اختتام پر علامہ نے یوں آنسو بہائے ہیں:

ہے زمین قرطبہ بھی دیدہ مسلم کا نور ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور
بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمین پاک ہے

جس سے تاک گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے

اندلس اگرچہ چھوٹا سا ملک تھا لیکن جہاں تک علم و فن اور تہذیب و ثقافت کا تعلق ہے یہ ملک اسلامی دور میں دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہیں تھا، یہاں کے علماء دین میں ابن حزم، ابن عبد البر اور ابن عربی۔ فلاسفہ میں ابن طفیل اور ابن رشد۔ اطباء میں زہراوی اور ابن زہیر۔ اور ادباء و مؤرخین میں ابن عبد ربہ اور ابن الخطیب۔ اور شعراء میں ابن زیدون اور ابن عمار نہ صرف اسلامی تاریخ میں سوائے عراق اور ماوراء النہر کے کسی اور ملک نے جو اندلس کی طرح چھوٹا ہوا اتنی کثرت سے علم و فن کے ماہرین پیدا نہیں کئے، دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی اس کی کم مثالیں ملیں گی۔

اسی آسمان علم و ادب کا ایک درخشندہ ستارہ ابن عبد ربہ میرے مقالے کا موضوع ہے، جس کی عربی زبان و ادب میں گرانقدر خدمات نے اندلس کی عربی ادب کو چار چاند لگا دیا اور قرطبہ جو علوم و فنون کا مرکز تھا بیشتر ممالک سے علماء اور ادباء یہاں آ کر اپنے علم کی تشنگی کو بجھانے لگے۔

میں نے اس مقالہ کی ترتیب میں ابن عبد ربہ سے متعلق قدیم و جدید، عربی و اردو مصادر سے استفادہ کیا ہے، اس سلسلہ میں جبرائیل جبور البستانی کی کتاب بہت معاون ثابت ہوئی، مقالے میں حوالے قدیم اور اصل عربی مآخذ سے دیئے گئے ہیں ثانوی مآخذ پر اعتبار بہت کم کیا گیا ہے۔ اور اس طرح ابن عبد ربہ کے زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کو سمیٹ لیا گیا ہے جسے سہولت کی خاطر چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا باب ابن عبد ربہ کی زندگی سے متعلق ہے، اس میں ابن عبد ربہ کی ولادت سے لیکر وفات تک کا جائزہ لیا گیا ہے، اس کے اساتذہ کرام کا بھی ذکر کیا گیا ہے، اور ادباء کا ان کے بارے میں کیا خیال تھا اس کو بھی اس باب کے تحت جمع کیا گیا ہے۔

دوسرا باب اشعار سے متعلق ہے، اس باب میں ابن عبد ربہ کے ان تمام اشعار کا تجزیہ کیا گیا ہے جس میں اس نے شاعری کی ہے، مثلاً مدح، ہجو، زہد، غزل، مرثیہ نگاری، وصف نگاری وغیرہ، اس کے علاوہ فن موشحات جو اندلس کی پیداوار ہے اس پر بھی بحث کی گئی ہے۔

تیسرا باب العقد الفرید ایک جائزہ کے نام سے ہے، جس میں اس کتاب کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے، اور مصنف نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کے متعلق بحث کی ہے ہر ایک کو موضوع بنایا گیا ہے، یعنی مصنف نے کن کتب ادبیہ سے استفادہ کیا، اور کتاب کی ادبی، تاریخی، دینی اعتبار سے کیا اہمیت ہے، اس کتاب کے متعلق ناقدین کی کیا آراء ہیں، اس کا دوسری زبانوں میں کتنے حضرات نے تراجم کئے ہیں، اور کن کن ادباء نے اس کو مصدر کی حیثیت سے استعمال کیا ہے، اس کتاب کا کن کن حضرات نے اختصار پیش کیا ہے اور اس کتاب کی خصوصیات کیا ہیں تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی ہیں۔

چوتھا باب اور آخری باب العقد الفرید کی ادبی اور علمی اہمیت کے متعلق ہے، اس باب میں کتاب کے ابواب کے مطابق تجزیہ پیش کیا گیا ہے، اور یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب کی دوسری کتب

ادبیہ کے مقابلے میں کیا اہمیت ہے، اور دوسرے کتب ادبیہ کے مقابلہ یہ کتاب کیوں منفرد مقام کی حامل ہے۔

پی، ایچ، ڈی کے موضوع کی حیثیت سے جب یہ عبارت مجھے نظر نواز ہوئی تو اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی علم کی بنا پر لمحوں کے لیے میرے ذہن میں یا بات گردش کرنے لگے کی یہ بہت وقت طلب موضوع ہے، اس پر کیسے کام کیا جاسکتا ہے، چونکہ میں نے اندلس کے بارے میں اور خاص طور پر ابن عبد ربہ کے بارے میں خاصا مطالعہ نہیں کیا تھا، لیکن میں نے غور کیا کہ بحث و تحقیق نام ہی دقتوں اور دشواریوں کا ہے، اگر تحقیق و تنقید میں دشواریاں نہ ہوں تو وہ تحقیق ہی نہیں وہ محض جمع و تدوین ہے، بہر حال توفیق یزدی میرے شامل حال ہوئی اور جستجوئے تحقیق نے میرا حوصلہ بڑھایا اور پھر میں نے اس موضوع پر کام کرنے کا عزم کر لیا۔

اس مقالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جن حضرات نے میری مدد کی ہے ان کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ بڑی احسان ناشناسی اور خیانت ہوگی، اس ضمن میں سب سے پہلے اپنے مشفق استاد محترم اور کرم فرما نگراں جناب ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کی بے لوث شفقت و محبت کا بے انتہاء مشکور و ممنون ہوں کہ جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کر کے مجھے وہ حوصلہ بخشا کہ میں یہ مقالہ لکھنے کے قابل ہو سکا اور اس راہ میں حائل ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی کا خون جگر میرے قلم کی روشنائی بنا، یہ استاد محترم ہی کا احسان ہے کہ ان کی ہمت افزائی نے میرا حوصلہ قائم رکھا اور مقالہ پر نظر ثانی اور اصلاح و ترمیم کے لیے آپ نے پورا پورا وقت دیا، اور آخر وقت تک میری رہنمائی میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، اللہ تعالیٰ ان سے مجھے اور آنے والی نسلوں کو تادیر استفادے کا موقع مستفیض فرمائے، آمین۔ شعبہ کے جملہ اساتذہ کرام کا مشکور ہوں کہ جن کے علمی فیضان سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، اور مقالہ کی تکمیل میں ان حضرات کا بڑا حصہ ہے، اور ڈاکٹر جمشید احمد ندوی، محمد خالد حمید

اور کبیر احمد خان کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے مقالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔
 میں اس موقع سے اگر اپنے والدین اور بڑے بھائیوں کا ذکر نہ کروں تو یہ بھی احسان فراموشی ہو
 گی کہ جن کی بے لوث محبت و ایثار نے مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا ورنہ نامساعد حالات کے پیہم مد و جزر
 مجھے بہالے گئے ہوتے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم سے نوازے اور مجھے اس بات کی توفیق
 عنایت فرمائے کہ میں کچھ علم و ادب کی خدمت کر سکوں۔

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مقالے کے کسی بھی شق میں اگر کوئی نقص یا
 خامی ہے تو اس میں میری کوتاہ علمی اور بے بضاعتی کا دخل ہے، اور اس کا جو پہلو بھی قابل ستائش ہے وہ
 صرف اپنے مشفق نگراں، لائق اساتذہ کرام اور محسن رفقاء کا حصہ ہے۔

والسلام

محمد قمر الدین

باب اول سوانحی حالات

نام و پیدائش:

سرزمین اندلس گرچہ چھوٹا سا ملک تھا پورے طور پر ثقافت اسلامیہ کا گہوارہ اور مغرب میں عربوں کی داستان جدوجہد نیز جذبہ سرفروشی کا ایک شاندار مظہر تھا، عربوں کے قدم نے اندلس کو جہاں ظاہری آرائش و زیبائش سے دلہن بنا دیا تھا وہیں یہ حقیقت ہے کہ معنوی اور علمی لحاظ سے بھی اسے بحر زار میں تبدیل کر دیا۔ یہاں کے علماء دین میں ابن حزم، ابن عبد البر، ابن عربی۔ فلاسفہ میں ابن طفیل اور ابن رشد۔ اور ادباء و مؤرخین میں ابن عبد ربہ اور ابن حیان وغیرہ نہ صرف اسلامی دنیا کے عظیم ترین علماء، اطباء، فلاسفہ، ادباء، مؤرخین اور شعراء میں بلکہ اسلامی تاریخ میں سوائے عراق اور ماوراء النہر کے کسی اور ملک نے جو اندلس کی طرح چھوٹا ہوا اتنی کثرت سے علوم و فنون کے امام پیدا نہیں کئے ہیں۔ انہی اہل علم و دانش میں ایک شاعر اور ادیب شہاب الدین ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ ہے جو ۱۰ رمضان ۲۴۶ھ (مطابق ۲۸ نومبر ۸۶۰ء) کو قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ۱۔ وہ اندلس کا ایک عظیم ادیب، مشہور شاعر اور خاندان بنی عباس کا چشم و چراغ تھا، اس کے اجداد میں چوتھی پشت کے ایک بزرگ سالم نام کے امیر ہشام بن عبد الرحمن کے غلاموں میں سے تھے۔ ۲۔

۱۔ فؤاد افراہم البستانی: دائرة المعارف، بیروت، ۳/۳۳۶۔

۲۔ مصطفی الشکعة: بعض مؤرخی الاسلام، بیروت۔ ص۔ ۳۸

تعلیم و تربیت:

ابن عبد ربہ کی قرطبہ میں ہی تربیت ہوئی اور یہیں اس کا بچپن انتہائی تنگدستی اور عالم افلاس میں گذرا، اس کے بڑے بھائی ابو بکر تکی کا شمار قرطبہ کے مشہور فقہاء اور محدثین میں ہوتا تھا جو فقیہ زمانہ قبی بن مخلد (۲۰۱-۲۷۶ھ) کے نامور تلامذہ میں سے تھا۔ ۱۔ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ ابن عبد ربہ نے قرآن و حدیث اور شعر و ادب کی ابتدائی تعلیم اپنے ہی بڑے بھائی سے حاصل کی ہو، کیونکہ ابن عبد ربہ کے عنقوان شباب کے عالم میں قرطبہ میں کوئی مدرسہ نہیں تھا جہاں قرطبہ کے لوگ تعلیم حاصل کرتے، اس زمانہ میں درس و تدریس کی محفلیں یا تو مساجد میں منعقد ہوتی تھیں۔ ۲۔ یا خود اساتذہ کرام کے اپنے اپنے گھروں پر، یہ اساتذہ مشرق سے ہجرت کر کے اندلس آئے تھے اور ان کے ساتھ فقہ و ادب کی بیشتر کتابیں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حصول علم کی غرض سے مشرقی ممالک بالخصوص مصر اور بغداد کا سفر شائقین علم کے درمیان عام تھا اور مشرقی علوم سے وابستگی باعث وفخر و مباہات سمجھی جاتی تھی، لیکن بیشتر مؤرخین کا خیال ہے کہ ابن عبد ربہ نے قرطبہ ہی میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور اپنی علمی پیاس بجھاتا رہا۔ ۳۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ابن عبد ربہ نے قرطبہ کے علاوہ حصول علم کی خاطر مصر اور دیگر شہروں کا بھی سفر کیا تھا۔ ۴۔ ابن عبد ربہ نے امیر عبد اللہ کے عہد خلافت میں فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی، جب اپنی عمر کے تیس سال مکمل کر چکا تھا یا اس سے پہلے۔ ۵۔

۱۔ ابن الفرضی: تاریخ علماء الاندلس، مکتبة نشر الثقافة الاسلامیة، ۱۸۷/۲

۲۔ ابن بشکوال: خلف بن عبد الملک، القاہرہ - ۴۱/۱

۳۔ دائرۃ معارف بزرگ اسلامی: تہران - ۱۸۸/۴

۴۔ احمد امین: ظہر الاسلام، مطبعة لجنة التالیف والترجمة و النشر، القاہرہ - ۸۵/۳

۵۔ جبرائیل جبور البستانی: ابن عبد ربہ وعقده، المطبعة الكاثولیکیة، بیروت - ص ۱۶

ابن عبد ربہ کے وقت میں اندلس کے بعض شہروں خاص طور سے قرطبہ اور اشبیلیہ کے لوگ فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اس بات کی تائید نیگلسن کے قول سے ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں ان شہروں میں طلباء کی تعداد ہزار سے زائد تھی اور ان میں اکثر فقہ کے طالب علم تھے۔^۱ اس لیے بھی بعض لوگ فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے تاکہ اس کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو سکیں، عزت و شہرت کا خواہاں ابن عبد ربہ نے بھی پہلے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کی کتاب ”العقد الفرید“ سے واضح ہے کہ اس کے بعد نحو، عروض، شریعت، تاریخ، طب، موسیقی اور شعر و ادب کی تعلیم حاصل کی۔^۲ اس کی شہرت مشرق و مغرب میں پھیل گئی، جس کی طرف کچھ قدیم اہل علم نے اس طرح اشارہ کیا ہے ”انہ من اہل العلم والادب والشعر“۔^۳ ایک خیال یہ ہے کہ ”و کانت لابی عمر بالعلم جلالة و بالادب ریاسة وشهرة“۔^۴ علامہ ابن خلکان (۶۰۹-۶۸۱ھ) کی رائے ہے ”کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس“^۵ اور حمیدی (۳۲۰-۳۸۸ھ) کا خیال ہے کہ ”ابو عمر اہل العلم والادب والشعر“۔^۶ اس کے علاوہ بھی بی شمار اقوال ہیں جن سے مترشح ہے کہ ابن عبد ربہ قرطبہ کا مشہور و معروف ادیب و شاعر تھا۔

1- Reynold A, Nicholson: A literary History of the Arabs, First Edition. Cambridge At the University Press ,London. 1969.
Page 347.

۲۔ جبرائیل جبور: ابن عبد ربہ وعقده، ص ۲۴

۳۔ یاقوت الحموی: معجم الادباء، مکتبة القراءة والثقافية الأدبية، القاہرہ۔ ۲/۱۲۳

۴۔ یاقوت الرومی: ارشاد الاریب، مصر۔ ۲/۶۷

۵۔ ابن خلکان: وفيات الاعیان (الطبعة الاولى) مکتبة نهضة مصر، القاہرہ۔ ۱/۳۲

۶۔ محمد حمیدی: جذوة المقتبس، بیروت، ص ۹۴

اساتذہ :

جہاں تک ابن عبد ربہ کے اساتذہ کا تعلق ہے سوائے ابن الفرضی کے کسی بھی ادیب نے اس کی طرف اشارہ نہیں کیا کہ اس نے کن کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بزرگ اساتذہ میں قتی بن مخلد (۲۰۱-۲۷۶ھ)، محمد بن وضاح (۱۹۹-۲۸۶ھ)، محمد بن عبد السلام الخشنی (۲۱۸-۲۸۶ھ) اور عثمان بن المثنی (۱۷۹-۲۷۳ھ) کے نام آتے ہیں، ان اہل علم کی مجالس میں شریک ہو کر اپنے علمی ذوق و شوق کو پروان چڑھانے میں مشغول رہتا تھا۔ اپنی زبردست قوت حافظہ کے باعث جلد ہی قرطبہ کی علمی مجالس کی رونق بن گیا اور قدور منزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، اور اس کا معروف فقہا اور مشہور محدثین میں شمار ہوا۔^۱ ابن عبد ربہ کی شہرت و عظمت کا اصل نقیب اس کی شاعری اور عربی ادب کا گہرا مطالعہ ہے، کیونکہ شعر و شاعری سے اسے فطری لگاؤ تھا۔^۲

اندلس اس زمانہ میں علم و ادب کا بڑا مرکز تھا، چہاں جانب سے شعر و ادب کے شائقین حصول علم کی خاطر اندلس کا سفر کرتے تھے۔ اندلس کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن حوقل (متوفی ۳۵۰ھ) نے کہا تھا:

”قرطبہ علم و ادب کا مرکز ہے، جس کی نظیر مغرب کے شہروں میں ناپید ہے، کیونکہ علماء کی ایک کثیر تعداد یہاں آ کر علم و فضل سے فیض یاب ہوتی تھی“۔^۳

۱۔ ابن عبد ربہ: العقد الفرید (تحقیق: علی شیری) مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر،

القاهرة - ۸/۱

۲۔ ابن خلکان: وفيات الاعیان - ۱۱۰/۱

۳۔ یاقوت الحموی: معجم الادباء - ۲/۲۱۲

۴۔ ایضاً ۵۹/۲

ابن عبد ربہ شعر و شاعری ہی کے میدان میں شہرت و عظمت کا خواستگار تھا، اسی کو ذریعہٴ معاش بھی بنانا چاہتا تھا، جیسا کہ اس کے سوانحی حالات سے واضح ہے۔^۱

شاعری:

ابن عبد ربہ نے پہلی بار قرطبہ کے نزدیک ایک چھوٹے سے شہر ”کشتش“ میں ایک جدید تعمیر کردہ محل کی افتتاحی تقریب میں ایک قصیدہ پیش کر کے اپنی شعری زندگی کا آغاز کیا۔^۲ اس کے بعد حکمرانوں کے دربار سے وابستہ ہو کر زندگی گزارنے لگا، اندلس کے امراء اور اہم شخصیات کی مدح و ستائش کر کے عظیم ترین شعراء میں شمار ہونے لگا۔^۳ ابن عبد ربہ کو دربار کی ملازمت اور مدح سرائی، امراء کی مجالس میں شرکت اور ان لوگوں کی ہم نشینی نے قرطبہ کی اہم ترین اور با عظمت شخصیت بنادیا اور ساتھ ہی دولت کے انبار بھی لگا دیئے۔ چاروں طرف سے اس پر انعامات و تحائف کی بارش شروع ہونے لگی۔ وہ اپنی شاعرانہ جہالت کے ذریعہ ان تحفہ دہندگان کو خوش کرتا رہا۔ لیکن جب اس کی خواہشات کے مطابق پذیرائی نہیں ہوئی تو اس نے ہجو کا سہارا لیا اور اس کے ذریعہ سے عزت دار اور با حیثیت لوگوں کی ہجو گوئی میں مصروف ہو گیا۔^۴ ابن عبد ربہ اپنے بھتیجے ابو عثمان سعید بن عبد ربہ اور اپنے ہی زمانہ کے ایک مشہور شاعر ابن ابی عبیدہ سے شعری لین دین رکھتا تھا۔^۵ وہ فی البدیہہ شعر کہتا، اور جب بھی طبع آزمائی کا

۱۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۲۵

۲۔ ابن حیان: کتاب المقتبس، المعهد الاسبانی العربی للثقافة، بیروت۔ ۲۳۷/۵

۳۔ ابن دحیة: المطرب من اشعار العرب، المطبعة الامیریة، القاہرہ، ص ۱۵۱

۴۔ العقد الفرید۔ ۲۸۴/۱

۵۔ جذوة المقتبس۔ ۱۱۵/۱

ارادہ کرتا تو اشعار اس کی زبان پر رواں ہو جاتے، اس کی بدیہہ گوئی کی مثالیں کچھ مؤرخین نے اپنی اپنی کتابوں میں پیش کی ہیں۔ ۱۔

ابن عبد ربہ کی شاعری نے نہ صرف خواص بلکہ عوام سے بھی داد تحسین حاصل کی ہے، اس کے بعض اشعار جس کا ذکر آئندہ سطور میں ہوگا ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، اس کے اشعار بطور نمونہ ”معجم الادباء“ اور ”النجوم الزاهرة“ میں پیش کئے گئے ہیں۔ ۲۔

شاعری کے میدان میں ابن عبد ربہ کا ایک نمایاں مقام ہے، وہ اکثر خوشی اور شادمانی کی جستجو میں رہتا، جہاں کہیں اسے گانے کی آواز سنائی دیتی رک جاتا اور موسیقی کے سروں میں کھو جاتا، ابن عبد ربہ کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ قرطبہ میں کسی امیر کے محل کے نیچے سے گذر رہا تھا جہاں پر گانے کی محفل چل رہی تھی، وہ گانے کی آواز سن کر ٹھہر گیا اور صاحب قصر کو یہ اشعار لکھ بھیجا:

یا من یضن بصوت الطائر الغرد ما کنت احسب هذا البخل فی أحد

لو أن سماع أهل الارض قاطبة اصغت الی الصوت لم ینقص ولم یزد

فلا تضن علی سمعی تقلده صوتاً یحول مجال الروح فی الجسد

أما النبید فانی لست أشربه ولست آتیک الا کسرتنی بیدی ۳۔

صاحب قصر کو جیسے ہے رقعہ ملا شعر پڑھنے کے بعد فوراً نیچے اتر آئے اور ابن عبد ربہ کو اپنی

مجلس میں لے گئے اور اس سے مزید اشعار سن کر محظوظ ہوئے۔

۱۔ جذوة المقتبس، جلد ۱/ ۱۴۵، احمد بن ضبی: بغیة الملتبس، ص ۵۲۸

۲۔ معجم الادباء ۲/ ۲۱۶

۳۔ فتح ابن خاقان: مطمح الانفس، استنبول، ص ۵۱۔ و کرد علی: کنوز الاجداد،

دمشق۔ ص ۱۰۷

موسیقی کا وہ کس قدر شیدائی تھا اس کے درج ذیل اشعار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

دیننا فی السماع ، دینی مدینی ” وفی شربنا ، الشراب عراقی ۱

موسیقی کے جواز کے بارے میں اس کا خیال ہے ” فان كانت الالحان مکروهة

فالقرآن والآذان أحق بالتنزیه عنها، وان كانت غیر مکروهة فالشعر أحوج اليها “ ۲

ایک اور جگہ دلیل کے طور پر موسیقی کے بارے میں رقم طراز ہے ” وبعد فهل خلق الله شيئاً

اوقع بالقلوب وأشد اختلاساً للعقول من الصوت الحسن لا سيما اذا كان من وجه

حسن “ ۳ کیا خوبصورت آواز سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو گھر کرنے والی اور عقلوں

کو سلب کرنے والی کوئی دوسری چیز پیدا کی ہے، خاص طور پر ایسی آواز جو کسی رُخِ زیبا کی ہو۔

جب اسے ان تمام دلائل و شواہد کے بعد اس بات کا احساس ہوا کہ قرآن و حدیث میں

موسیقی سے منع کیا گیا ہے، اور دین اسلام میں ایک ناپسندیدہ فعل ہے تو آخر عمر میں اس طرح

تمام لہو و لعب سے توبہ کر لی، اور اس کا اظہار خیال اس طرح کیا:

یارب غفرانک عن مذنب أسرف ، الا أنه نادم ۴

ابن عبد ربہ کا شراب کے بارے میں وہی خیال تھا جو موسیقی کے بارے میں تھا، خود

شراب پیتا اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتا، شراب کے متعلق کہتا ہے:

دع قول واشية وواشی واجعلها کلبی هراش

واشرب مصففة تسل سل فی العظام وفی المحاشی

۱۔ دائرة المعارف - ۳/۳۳۶

۲۔ دائرة المعارف - ۳/۳۶۶

۳۔ ابو منصور الثعالبی : یتممة الدهر، مكتبة الحسينیه التجارية - ۱/۴۷

۴۔ العقد الفرید، ۳/۱۸۲

حتى ترى العود المسنن بهما ارق من الخشاش^۱

اس کے علاوہ ایک دوسرے مقام پر شراب ہی کے متعلق کہتا ہے:

و حاملة راحاً على راحة اليد موردة تسقى بلون موزد

متى ما تر الابريق للكأس راکعاً فصل له، من غير طهر و تسجد

على ياسمين كاللجين و نرجس كأقراط درّ في قضيب زبرجد

بتلك و هذى فأله ليلك كله وعنهما فسل، لا تسأل الناس عن غد^۲

پھر وہ دو آتشہ شراب کے متعلق یوں اس کی صفت بیان کرتا ہے:

بزم امام الهوى أمت اليه وبحكم العقار أقضى عليه

بأبى من زها على بوجه كاد يدمى لما نظرت اليه

ناول الكأس، واستمال بلحظ فسقتنى عيناه، قبل يديه^۳

اس کے بعد ابن عبد ربہ نے شراب کے توسط سے اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں جو

عنوان قائم کیا ہے، اس میں کہتا ہے کہ قرآن کریم میں جس شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے دراصل

یہ وہ شراب ہے جو انگور سے کشید کی گئی ہو، پھر اس نے شراب کی خامیوں کو شمار کرتے ہوئے

شراب اور نبیذ کے درمیان فرق واضح کیا ہے اور بحث کا اختتام کرتے ہوئے نبیذ کو مباح قرار دیا

ہے مگر ساتھ ہی ایک شرط بھی عائد ہے کہ نبیذ اتنی پی جائے کہ نشہ نہ چڑھے۔^۴

ابن عبد ربہ کے اشعار سے نمایاں ہے کہ وہ نسائی محفلوں میں بھی اٹھتا بیٹھتا تھا۔^۵ لیکن

۱۔ العقد الفرید، ۳/۳۲۸

۲۔ دائرة المعارف، ۳/۳۳۶

۳۔ الثعالبی: یتمیة الدھر ۵/۲

۴۔ العقد الفرید، ۶/۶۷-۶۶۶

۵۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۱۸

زندگی کے آخری ایام میں تائب ہو کر کہتا ہے:

زمان کان فیہ الرشد غیاً و کان الغیہ فیہ من رشادی ۱

ایک دوسری جگہ کہتا ہے:

ألا یا زین قلبی للمشبہا ب العفر اذ ولی

جعلت الغی سرّاً لی و کان الرشد بی ولی ۲

یہاں پر ابن عبد ربہ ابونواس (۱۴۵-۹۹ھ) کے مماثل نظر آتا ہے جو کہ خلیفہ امین کے قتل کے بعد شراب اور لہو و لعب سے تائب ہو کر پاکیزہ زندگی گزارنے لگا۔

ابن عبد ربہ کے زیادہ تر اشعار غزلیہ ہیں، متنبی (۹۱۵-۹۶۵ء) کی طرح اسے غزل گوئی میں کمال حاصل تھا، متنبی اسے ”ملیح الاندلس“ کے نام سے پکارتا تھا۔ ۳ اس کی غزل سادہ اور تکلف و تصنع سے پاک تھی، اپنے غزلیہ اشعار کی وجہ سے اسے ممتاز مقام حاصل تھا، چنانچہ اس کے ہم عصر شعراء اور ادباء نے بھی اس کی غزل گوئی تسلیم کیا ہے۔ ۴

مرثیہ گوئی میں بھی ابن عبد ربہ ایک اعلیٰ مقام پر فائز تھا، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب ”العقد الفرید“ کا ایک حصہ اس کے لیے مخصوص کیا، اس کے وہ مرثیہ جو اس نے اپنے دونوں بیٹوں اور بھائی کے لیے کہا تھا، وہ بے نظیر ہیں۔ ۵

ابن عبد ربہ کے مرثیہ سے اس کے شادی شدہ ہونے کا پتہ لگتا ہے، کیونکہ اس نے ایک

۱۔ یتیمۃ الدھر، ۴۱۶/۱

۲۔ ایضاً ۴۳۴/۱

۳۔ مطمح الانفس، ص ۳۷۳

۴۔ جذوة المقتبس، ۱/۶۶-۱۶۵

۵۔ العقد الفرید، ۳/۲۵۰

مرثیہ اپنے بیٹے کے لیے کہا تھا، جسے اس کے مرثی میں اولیت حاصل ہے، لیکن کسی بھی مؤرخ اور ادیب نے ابن عبد ربہ کی شادی کے بارے میں کوئی نشاندہی نہیں کی ہے۔

سرزمین اندلس کو یہ فخر حاصل تھا کہ وہاں کے شعراء نے مشرق کے شعراء پر فوقیت حاصل کر لی، ابن عبد ربہ نے بھی اپنے شعری مزاج کے بل بوتے پر اس میدان میں جدت آفرینی سے کام لیا چنانچہ گھوڑے کے وصف میں اس کے اشعار تراکیب اور مضمون آفرینی کے لحاظ سے بے مثال ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

و مقربة يشقرّ في النقع كمتها ويخضر حيناً كلما بلها الرشح

تطير بلا ريش الى كل صيحة وتسبح في البرّ الذی ما به سبح لـ

ہجو یہ اشعار بھی ابن عبد ربہ نے بکثرت کہے ہیں۔ جن میں قصائد بڑی شہرت کی حامل ہیں۔ ایک تو اپنے ہی دوست اور ہم عصر شاعر یحییٰ القلفاط کی ہجو کے جواب میں کہا، اس ہجو کا واقعہ یہ کہ ایک دفعہ ابن عبد ربہ اور یحییٰ القلفاط کسی وزیر کے دربار میں پہونچے تو وزیر نے کہا: کیف حالک اليوم مع ابی عمر؟ تو قلفاط نے کہا:

حال طلاس لی عن رائه و کنت فی تعدد أبنائه

اس کے جواب میں ابن عبد ربہ نے کہا:

ان کنت فی تعدد أبنائه فقد سقى أملك مائه لـ

اس کے علاوہ ابو عبید منجم، ابو حفص عمر بن قھیل کاتب اور اپنے بھتیجے ”ندیم ابلیس“ کے بھی ہجو میں اشعار کہے ہیں۔ ۳

۱۔ العقد الفرید، ۱/۱۶۱

۲۔ ابن المقرئ: نفح الطیب مطبعة السعادة بجوار محافظة، مصر ۲۷۳/۴

۳۔ دائرة معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۰/۴

ابن عبد ربہ کا شمار ممتاز ادباء میں ہوتا ہے، اس نے جب اپنی شہرہ آفاق کتاب ”العقد الفرید“ تصنیف کی تو اس کی شہرت مشرق و مغرب میں پھیل گئی، اسی مناسبت سے ایک واقعہ مشہور ہے کہ صاحب ابن عباد (۳۲۶-۳۵۸ھ) عربی ادب کا مایہ ناز ادیب و انشاء پرداز تھا، جب اس کو ابن عبد ربہ کی کتاب ”العقد الفرید“ کی شہرت و مقبولیت کا علم ہوا، تو ازراہ اشتیاق اس کا ایک نسخہ حاصل کیا اور اس کا مکمل مطالعہ کرنے کے بعد اسے اپنی لائبریری میں رکھ دیا۔ پھر کہا: ”هذه بضاعتنا ردت إلينا، ظننت أن هذا الكتاب يشتمل على شيء من أخبار بلادهم، وإنما هو يشتمل على أخبار بلادنا، لا حاجة لنا فيه“۔^۱ یہ تو ہماری ہی پونجی ہے جو ہمیں لوٹا دی گئی۔ میرا گمان تھا کہ یہ کتاب ان کے ملک یعنی (اندلس) کے حالات پر ہوگی۔ مگر یہ تو ہمارے ہی یعنی مشرق کے حالات پر مشتمل ہے، جس کی ہمیں ضرورت نہیں۔

ابن عبد ربہ پہلا اندلسی شاعر ہے جس نے اصول شاعری کی طرف توجہ دی اور اس کے مطابق شاعری کی، اور فن عروض کے مشکل بحور کو آسانی یاد کرنے کے لیے منظوم شکل میں پیش کیا جس کا تفصیلی ذکر آئندہ سطور میں ہوگا۔ خلیل بن احمد فراہیدی (۱۰۰-۱۷۲ھ) کی ہر بحر میں شاعری کی، اور جہاں کہیں بھی اس کی بحر میں دقت پیش آئی وہاں خود اپنے طرز پر شاعری کی ہے، اس طرح عبد الرحمن الناصر (۱۱۳-۱۷۲ھ) کی فوج کشی کے واقعات کو (جو ۳۰۱ھ سے ۳۲۲ھ تک کے غزوات) کو اپنی شاعری میں قلم بند کیا ہے، اس کے تمام رجز نامے ۴۴۵ اشعار پر مشتمل ہیں۔^۲

متنبی کا اعتراف:

ابن عبد ربہ کی مقبولیت و شہرت، تعظیم و تکریم اور کمال شاعری کا اندازہ اس بات سے لگایا

۱۔ ابن عبد ربہ وعقده، ص ۲۵

۲۔ جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربية، دار مكتبة الحياة، بيروت ۲۰۲/۲

جاسکتا ہے کہ عہد عباسی کا مشہور شاعر و ادیب ابوالطیب متنبی اپنی سخن سنجی کے سامنے بڑے سے بڑے شعراء اور ادباء کو بھی حقیر و کم تر سمجھتا تھا، لیکن وہ ابن عبد ربہ کی نمایاں شخصیت، اسکی فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری کا صدق دل سے معترف تھا، اور نہ صرف یہ کہ اس کی شخصیت کا اعتراف کرتا بلکہ اندلس کا کوئی بھی ادیب و شاعر اسے ملتا تو ابن عبد ربہ کے اشعار کو ضرور سنتا تھا، متنبی کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ خطیب ابوالولید بن عیال حج سے واپسی پر مصر میں قیام کیا، جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ ابوالطیب متنبی بھی یہیں مسجد عمرو بن العاص میں قیام فرما ہے تو موقع کو غنیمت سمجھ کر متنبی سے ملاقات کی، اس زمانے کے لوگ متنبی سے ملنا بھی فخر سمجھتے تھے، دونوں میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد متنبی نے ابوالولید سے کہا ”کیا آپ مجھے اندلس کے ملیح الکلام شاعر (ابن عبد ربہ) کے اشعار سنائیں گے؟“ انہوں نے کہا: ضرور، اور یہ اشعار سنائے۔ ملاحظہ ہو:

ورشا بتقطیع القلوب رفیقاً	یالو لواء یسبی العقول أنیقاً
ورداً یعود من الحیاء عقیقاً	ما ان رأیت ولا سمعت بمثلہ
أبصرت وجهک فی سناہ غریقاً	واذا نظرت الی محاسن وجہہ
مابال قلبک لایکون رقیقاً	یا من تقطع خصرہ من رقۃ

ابوالولید جب اشعار سنا چکے تو متنبی نے مکرر سنانے کی فرمائش کی، اس کے بعد پھر فرط مسرت سے تالیاں بجائیں اور عالم تصور میں ابن عبد ربہ کو مخاطب کر کے کہا ”اے ابن عبد ربہ تمہارے سامنے تو عراق کے شعراء بھی زانو بستہ ہو کر آئیں گے“۔ عراق کی مثال متنبی نے اس لیے دی کہ اس وقت عراق شعر و شاعری کا مرکز تھا۔

ابن عبد ربہ کا ایک تنقید نگار کی حیثیت سے بھی تجزیہ کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ ”تاریخ النقد الادبی فی الاندلس“ کے تنقید نگاروں کی فہرست میں ابن عبد ربہ کو بھی شامل کیا گیا ہے، ابن عبد ربہ نے ”العقد الفرید“ میں نقد شعر کے لیے ایک باب قائم کیا ہے، مزید اس کے تنقیدی شعور کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا ممکن ہے کہ ابن عبد ربہ نے شعر و ادب کے لیے تنقید کو ضروری قرار دیا ہے۔^۱

دربار سے وابستگی:

ابن عبد ربہ ایک ہمہ گیر شخصیت کا مالک تھا، اس نے یکے بعد دیگرے اندلس کے چار خلفاء کے دربار سے منسلک ہو کر زندگی گزاری اور ان کی مدح و ستائش میں ہر وقت مصروف رہا۔^۲ لیکن بعض کا خیال ہے کہ ابن عبد ربہ صرف تین خلفاء کے دربار سے وابستہ رہا۔^۳ سب سے پہلے ابن عبد ربہ امیر محمد بن عبدالرحمن الحکم (۳۷۳ھ) کے دربار سے وابستہ ہو کر اس کی خوب مدح سرائی کر کے بے شمار انعامات و اکرامات حاصل کئے مگر جب امیر محمد کی (۳۷۳ھ) میں وفات ہوئی تو اس کے بعد امیر منذر بن محمد بادشاہ وقت بنے تو وہ ان کے مدد و چین میں شامل ہو گیا، اور جب بھی کوئی واقعہ پیش آیا تو امیر منذر ہی کی طرف داری کی۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ امیر منذر اور عمر بن حفصون کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں ابن عبد ربہ نے امیر منذر ہی کی حمایت کی۔^۴ اسکے بعد اس نے امیر منذر اور اس کے خاندان والوں کے احوال و آثار

۱۔ العقد الفرید، ۵/۹۱-۲۹۰

۲۔ دائرة المعارف: ۳/۳۳۶

۳۔ مناهج التألیف، ص ۲۹۴

۴۔ العقد الفرید، ۲/۳۶۰

بیان کئے، ابن عبد ربہ ایک قصیدہ میں اس طرح مدح سرا ہے:

بالممنذر بن محمد شرفت بلاد الأندلس
فالتطير فيها ساكن والوحش فيها قد أنس ۱

امیر منذر کے انتقال کے بعد امیر عبد اللہ اندلس کا امیر ہوا، تو وہ اس کے دربار سے منسلک ہو کر زندگی گزارنے لگا اور ان کی بھی شان میں قصائد کہے، ایک قصیدہ میں امیر عبد اللہ کی شخصیت کے بارے میں اس طرح رطب اللسان ہے:

فالحمد لله على نعمائه حمداً كثيراً، وعلى آلائه
يا ملكاً ذلت له الملوك ليس له في ملكه شريك
ثبت لعبد الله حسن نيته واعطفه بالفضل على رعيته ۲

امیر عبد اللہ کے انتقال کے بعد جس وقت ابن عبد ربہ کی عمر ۲۹ سال تھی، اس کے بعد اندلس کی مشہور و معروف شخصیت عبد الرحمن الناصر تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ پہلے اندلسی بادشاہ ہیں جو امیر المؤمنین کے لقب سے نوازے گئے۔ ابن عبد ربہ نے کہا:

بداهة الهلال جديداً والملك غض جديد
يا نعمة الله زیدی ان كان فيه مزید
ایک دوسری جگہ کہتا ہے:

يا ابن الخلف ان المزن لو علمت ندائك ما كان منها الماء ثجاجا
والحرب لو علمت بأساً تصول به ماهيحت من جبال الدين أهياجا ۳

۱۔ وفيات الأعيان، ۴۶/۱

۲۔ احمد امين: ظهر الاسلام، مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر، القاهرة ۱۴۰/۳

۳۔ ايضاً ۱۹/۳-۱۱۸

ابن عبد ربہ کا زیادہ تر وقت عبدالرحمن الناصر کے دربار ہی میں گزرا اور انہی کی شان میں رطب اللسان رہا۔ اس نے الناصر کے مغازی کا ذکر ایک ار جوزه میں نظم کیا جو ”العقد الفرید“ کی دوسری اور تیسری جلد میں جگہ بجگہ دیکھا جاسکتا ہے اور ار جوزه کا کچھ حصہ چوتھی جلد میں بھی مذکور ہے۔ ۱۔

ابن عبد ربہ نے الناصر کے مغازی اور ان کی خدمات کا اپنے مدحیہ قصائد میں تفصیل سے جائزہ لیا ہے، جس پر آئندہ سطور میں روشنی ڈالی جائے گی۔ ابن عبد ربہ نے عبدالرحمن الناصر کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تھی یا نہیں اس کے بارے میں کوئی واضح دلیل نہیں ملتی۔ ۲۔ لیکن اتنا تو ثابت ہے کہ اس نے جنگ کی عکاسی اپنے اشعار میں کی ہے، اور ان اشعار میں امیر المؤمنین کی جرأت و شجاعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ عبدالرحمن الناصر کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے والوں کا خیال ہے کہ ابن عبد ربہ نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی۔ لیکن جنگ کے سارے احوال و کوائف بتائے گئے تھے، جس کی بنا پر اس نے جنگ کا نقشہ اپنی شاعری میں کھینچا تھا اور بادشاہ وقت کو عام انسانوں سے اعلیٰ و افضل ثابت کیا۔ ۳۔

ایک طرف جہاں ابن عبد ربہ کی زندگی میں آسودگی اور خوشحالی رقص کرتی ہوئی نظر آتی ہے تو وہیں دوسری طرف حوادث زمانہ کی تلخیاں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ سب سے پہلے تو اسے ۳۱۴ھ میں جب اس کی عمر ۶۸ سال کی تھی، اپنے بڑے بیٹے یحییٰ ابن عبد ربہ کا نوجوانی کے عالم میں انتقال ہو گیا۔ ۴۔ ابھی اس جاں گسل حادثہ سے سنبھلا بھی نہ تھا کہ دوسرا لخت جگر شیر

۱۔ العقد الفرید، ۲/۳۶۳

۲۔ دائرة المعارف: ۳/۳۳۷

۳۔ ابن عبد ربہ وعقده، ص ۲۲

۴۔ ابن الفرصی: تاریخ علماء الاندلس، مكتبة نشر الثقافة الإسلامية- ۱۸۷/۲

خوارگی کے عالم میں داغ مفارقت دے گیا، ابھی اس صدمہ سے عہدہ برآ بھی نہ ہو پایا کہ خود بیمار پڑ گیا اور اپنی موت سے کچھ سال قبل (غالباً ۶ رسال) مفلوج ہو کر ہمیشہ کے لیے صاحب فراش بن گیا۔ ۱۔ اسی مہلک مرض میں اسے دارفانی سے کوچ کرنا پڑا۔ جیسا کہ وہ رقمطراز ہے کہ: میں دوزخ کے شعلوں کا مشاہدہ کیا ہے، بلاشبہ سچے اور مخلص دوستوں کی توبہ شرف قبولیت پاتی ہے اور حمیت ایزدی کو اسیر کر لیتی ہے۔ ۲۔ اس موقع پر ابن عبد ربہ نے دنیا اور لذات دنیا سے متعلق بہت سے اشعار و قطعات کہے، یہ اشعار ”محصات“ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ جو ایک ہی وزن اور قافیہ میں منظوم کئے گئے۔ ان اشعار میں ترک دنیا اور ترغیب آخرت کا پیغام ہے۔ ۳۔ اور تمام گناہوں سے تائب ہو کر چند نصیحت آمیز اشعار کہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا قادر اَلیس یعفو حین یقتدر ما ذالذی بعد شیب الرأس تنظر
عاین بقلبك ان العین غافلة عن الحقیقة وأعلم انها سقر
سوداء تفر من غیظا ذاسعرت للظالمین فما تبقى ولا تذر
لو لم یکن غیر الموت موعظة لكان فیہ عن اللذات مزدجر
أنت المقول له ما قلت مبتدئا هلا ابتکرت لبین انت مبتکر ۴

ایک واقعہ ہے کہ ابن عبد ربہ کے کسی محبوب ترین دوست نے سفر کرنے کا ارادہ کیا، اتفاق سے موسلا دھار بارش ہونے لگی، جس کی وجہ سے اسے سفر ملتوی کرنا پڑا۔ اس واقعہ کو ابن عبد ربہ نے اپنے اشعار میں اس طرح منظوم کیا ہے:

۱۔ ابن عبد ربہ وعقده، ص ۲۷

۲۔ دائرة معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۰/۴

۳۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، مطبعة اسعاده بجوار محافظة مصر - ۱۹۳۱/۱۱ - ۱۹۳۱

۴۔ معجم الأدباء، ۲۲/۴ - ۲۲۳

هلا ابتكرت ليين انت مبتكر هيهات :يا بى عليك الله والقدر
 مازلت أبكى حنلر الين ملتھفا حتى رثالى فيك الريح والمطر
 يا بردهً من حيا مزن على كبد نيرانها بقليل الشوق تستعر
 آليت ألا أرى شمسا ولا قمراً حتى أراك ، فانت الشمس والقمر
 اس کے کلام کا ایک بڑا حصہ عبرت و نصیحت سے عبارت ہے، جس میں اس نے دنیا کی
 بے ثباتی اور زندگی کی ناپائنداری کا بہت ہی موثر انداز میں ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے:
 ألا انما الدنيا غضارة أیكة اذا اخضر منها جف جانب
 هی الداری ما الآمال الا فجائع علیها ولا اللذات الا مصائب
 و کم سخنت بالامس عیناً قريرة و قرّت عیون دمعها الآن ساكب
 فلا تکتحل عینیک منها بعبرة علی ذاهب منها فانك ذاهب
 ابن عبد ربہ نے بادشاہ کی تواضع میں بھی شاعری کی ہے، اور اس کے لیے اپنی کتاب
 ”العقد الفرید“ میں مستقل ایک باب ”ھیبة الامام فی توضعہ“ کے نام سے درج کیا ہے۔
 اس میں کہتا ہے:

یا من یجرد من بصیرتہ تحت الحوادث صارم العزم
 رعت العدو فما مثلت له الا تفرع منك فی الحلم
 اضحی لك التدبیر مطرداً مثل اطراد الفعل للاسم
 رفع الحسود الیک ناظره فرآك مطّلعاً مع النجم

۱۔ عمر رضا کحالہ: معجم المؤلفین، مطبعة الترقی، دمشق- ۱۱۵/۲

۲۔ العقد الفرید - ۱۷۵/۳

۳۔ ایضاً ۳۷/۱

مذہب:

اہل اندلس ابتداء میں امام اوزاعیؒ (۸۸-۱۵۵ھ) کے مسلک کے پیرو تھے، حکم بن ہشام کے تحت نشین ہونے کے بعد وہاں مالکی مذہب اختیار کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عبد ربہ نے بھی مالکی مسلک کو اختیار کیا، مگر وہ دوسرے مذاہب کا بھی قدردان تھا، اور مذہبی معاملات میں اکثر و بیشتر غلو سے احتراز کرتا، علامہ ابن کثیرؒ (۷۱۰-۷۷۴ھ) کا خیال ہے کہ ”العقد الفرید“ کے مطالعہ سے یہ متبادر ہے کہ ابن عبد ربہ کا میلان تشیع کی طرف تھا، اس نے حضرت علیؑ کو خلفائے ثلاثہ پر فضیلت بخشی ہے۔^۱

ابن عبد ربہ نے ”العقد الفرید“ میں دس ہزار سے زائد اشعار نقل کئے ہیں، اسی وجہ سے اسے راویان شعر کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے، خود اس کے بھی اپنے راوی تھے۔ مثلاً: سعید بن قزاز، قاسم بن حمد اعظمی اور عمرو کلیبی وغیرہ۔^۲ بظاہر اس کے اشعار پہلی بار حکم بن عبد الرحمن المستنصر کی اجازت سے جمع کئے گئے۔ ان تمام سہولتوں کے باوجود اس نے اس مہم کی طرف توجہ نہیں دی۔ بقول حمیدی کہ میں نے ابن عبد ربہ کے اشعار کا مجموعہ دیکھا تھا۔^۳ اور ابن خلکان (۱۲۱۱-۱۲۸۱ء)، ابن العمد (۱۶۲۳-۱۶۷۹ء) اور مقرئ (۱۵۸۴-۱۶۳۱ء) وغیرہ نے اس کی شاعری کا ذکر کرتے ہوئے اسے صاحب دیوان شاعر قرار دیا ہے، مگر ان لوگوں نے بنظر خود ابن عبد ربہ کے کسی دیوان کا مشاہدہ نہیں کیا، البتہ ان کی کتابوں میں کچھ اشعار ضرور مل جاتے ہیں۔ دور حاضر میں محمد رضوان دایہ نے ابن عبد ربہ کے منتشر اشعار کو مختلف مآخذ و مصادر سے لیکر جمع کیا ہے اور ایک مقدمہ کے ساتھ ”دیوان ابن عبد ربہ“ کے عنوان سے اس مجموعہ کو شائع کیا، لیکن

۱۔ البدایہ والنہایہ: ۱۱/۱۹۵

۲۔ جذوة المقتبس، ۳۶۳/۱

۳۔ ایضاً ۱۶۴/۱

دائرہ معارف بزرگ اسلامی کے مرتب کا خیال ہے کہ اس دیوان میں حد درجہ تحقیق کے باوجود ایک کمی رہ گئی ہے، مثال کے طور پر ابن عبد ربہ کے وہ اشعار جو اس نے ابو عمرو کلبی کے بارے میں کہے تھے، وہ اس دیوان میں شامل نہیں ہیں۔ ۱۔

وفات:

ابن عبد ربہ بالکل مفلوج ہونے کے بعد صرف اپنی شہرت و عظمت کے باعث مرجع خلاق بنا ہوا تھا، مختلف شہروں سے لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی، بستر علالت پر بھی لوگوں کو فیض پہنچاتا رہا، اور شائقین علم اور شعروادب کو اپنی کتاب ”العقد الفرید“ کی روایت کی اجازت دیتا رہا۔ ۲۔ بالآخر قرطبہ ہی میں ۸۱ سال، ۸ ماہ اور ۸ دن کے بعد ۱۸ جمادی الاولیٰ ۳۲۸ھ (مطابق ۳ مارچ ۹۴۰ء) کو ہمیشہ ہمیش کے لیے شعروادب کا یہ چراغ گل ہو گیا۔ ۳۔ اس سانحہ ارتحال سے پورا شہر غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا، اور چہار جانب صف ماتم بچھی ہوئی تھی، بڑی تعداد میں لوگوں نے جنازے میں شرکت کی اور پھر اسے مقبرہ بنی عباس میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس طرح دنیا علم و فضل کے ایک عدیم النظیر خادم سے محروم ہو گئی، لیکن العقد الفرید سے فیض رسانی کا سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

۱۔ دائرہ معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۱/۴

۲۔ ایضاً ۱۹۱/۴

۳۔ دائرة المعارف: ۳۳۷/۳

باب دوم

ابن عبد ربہ۔ بحیثیت شاعر

جس وقت مشرقیوں میں عباسیوں کی حکومت اپنے اوج کمال کو پہنچ گئی اور بغداد علوم و فنون کا مرکز بن گیا، اسی زمانہ میں مغرب میں امویوں کی حکومت نے بھی غیر معمولی ترقی کی اور قرطبہ علم و فضل کا ایک دوسرا مرکز قرار پایا۔ اگرچہ یہ کہا جائے کہ بعض اعتبار سے قرطبہ بغداد پر سبقت لے گیا تو اندلس کی علمی اور ادبی ترقیوں کے پیش نظر یہ کہنا مبالغہ ہوگا۔ اندلس کی غیر معمولی اور عظیم الشان علمی ترقیوں میں وہاں کے علم نواز اور روشن خیال اموی حکمرانوں کا یہ ہاتھ رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر حجتی ”اموی شاہزادے برابر اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ اپنی روشن خیالی اور فیاضانہ سرپرستی سے مشرق کے علماء کو اپنے دربا میں کھینچ لائیں اور اس میں انہیں کامیابی ہوئی کہ ان کا دار الحکومت مسلم تمدن کا ایک ایسا مرکز بن گیا جس نے علم کی شعاعیں اسپین کے سرحدوں سے باہر بھی دور دور تک ڈالیں۔“ حقیقت یہ ہے کہ عبدالرحمن ثانی (۲۰۶-۲۳۸ھ)، اور حکم الناصر (۳۰۰-۳۵۰ھ) کے دور حکومت میں اندلس جس علمی و فنی ترقیوں کی بلندی پر پہنچ گیا اس کی مثال تاریخ اسلام میں ملنی مشکل ہے۔ آج عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم و فنون کی کوئی ایسی شاخ نہیں جس میں اہل اندلس کے غیر معمولی اور محیر العقول کارنامے موجود نہ ہوں۔ طب، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ اور فقہ وغیرہ کے علاوہ عربی شعر و ادب کی ناقدانہ اور فنکارانہ تصانیف ان کی یادگار ہیں۔

فرنج مستشرق ڈاکٹر گستاوی بان ”تمدن عرب“ میں لکھتا ہے:-

”اندلس میں علمی ترقی کا یہ حال تھا کہ حکم کے کتب خانہ میں چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں اور چوالیس جلدوں میں صرف فہرست کتب تھی، اندلس میں جس طرح دوسرے عربی و اسلامی علوم نے ترقی کی اسی طرح عربی شاعری نے بھی اندلس پہنچ کر نکھار حاصل کیا۔ اور یہ سرزمین اسے اس طرح راس آئی کہ اس نے یہاں آ کر ایک نیارنگ اختیار کیا، ایک ایسا رنگ جو مسلمانان اندلس کے فنا ہونے کے بعد بھی آج اپنے اندر رعنائی و دلکش کی بھرپور کیفیت رکھتا ہے۔ اور عربی شاعری کے تمام رنگوں میں اندلس کا رنگ شاعری ممتاز ہے۔

اندلس میں اکثر ادبی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں جن میں شعر و ادب کا چرچا ہوتا تھا۔ موسیقی کی محفلوں کا بھی عام رواج تھا جن میں شعرائے اندلس کا فنکارانہ انداز سے گایا جاتا تھا۔ اسی طرح وہاں شاعری کا ذوق عام ہو گیا۔ اہل فرانس نے عربی طرزِ غذاء و حقیقت اندلس ہی سے سیکھا ہے اور یورپ کو ردیف و قافیہ کا سرمایہ بھی اہل اندلس سے ہاتھ آیا ہے۔

اندلس کی شاعری وہاں کے قدرتی اور سماجی حالات کی بنا پر عام اور مشرقی عربی شاعری سے کسی قدر مختلف ہو گئی۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ اندلس کی سرزمین ایک پر فضا اور حسین منظر سے پُر ہے جہاں قدرت نے اپنے بے شمار قدرتی خزانوں کو لٹایا ہے، جہاں کی دنیا پھولوں سے پُر ہے، جہاں قدرت کی فیضان نے چشموں اور دریاؤں کا ایک جال بچھا رکھا ہے، جہاں بارش بہت اور مسلسل ہوتی ہے، جہاں کی وادیاں اپنے اندر رعنائی و کشش کا پورا سامان رکھتی ہیں، جہاں کے باغات گویا کہ باغِ جنناں ہیں ظاہر ہے کہ یہ ماحول عرب کے بے آب و گیاہ ماحول سے بالکل مختلف ہے، یہاں کے مناظر اور فضاؤں سے جذبات و احساسات کی ایک نئی دنیا پیدا ہو جاتی ہے۔ مطالعہ فطرت شاعری کا ایک اہم جزء رہا ہے اندلس کی شاعری کو اس طرح ایک نئی

شاہراہ مل گئی اور مشرقی و اسلامی اقدار حیات نے مغرب کی سرزمین میں آ کر حسین سنگم تیار کیا ہے۔ مشرقی شراب کو نئے مغربی حسین پیمانوں میں بھر دو آتشہ کر دیا گیا تھا۔

حیات و کائنات کا مطالعہ نے اندلس شعراء کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا اور انہوں نے ان عربی شاعری کی قدیم روایات کو پس پشت ڈال کر نئی آزاد راہیں نکالیں۔ چنانچہ ڈاکٹر حنیٰ اپنی کتاب ”تاریخ عرب“ میں لکھتا ہے:-

”ہم دیکھ چکے ہیں کہ مشرق میں ادیب اور شاعر عام رجحانات کا کچھ زیادہ لحاظ نہیں رکھتے تھے جو امور ادبی روایات کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ اس سے پہلو تہی کر لی جاتی تھی۔ اگرچہ اس تخیل (عقیدہ) پر پوری طرح قابو نہیں پایا جاسکا تاہم قصیدہ کی نئی عوامی شکلیں وجود میں آئیں۔ اس کے آغاز کا پتہ شروع دور ہی میں چلتا ہے۔ قصیدہ کی جس نئی شکل نے سب سے پہلے مقبولیت حاصل کی وہ ”موشح“ ہے۔ یہ چار، پانچ یا چھ مصرعوں کی ایک شکل ہے جس کے وزن میں کافی اختلافات کا امکان باقی رہتا ہے اس شکل کے قصیدہ میں سوائے عشقیہ یا کبھی کبھی مذہبی شاعری کے اور کسی موضوع سے بحث نہیں کی جاتی۔“

اندلس کی شاعری میں ہم کو صرف لیلیٰ و سلمیٰ کی محبت کی داستانیں، گھوڑوں اور اونٹوں کے افسانے اور مدح و ہجو کے ذخیرے ہی نہیں ملتے بلکہ ایک نیا اور زندگی آمیز و آموز رنگ نظر آتا ہے جس میں اگر طرف مناظر فطرت کی ترجمانی ہے تو دوسری طرف سماجی حالات کی کسی نہ کسی انداز میں ترجمانی موجود ہے۔

العقد الفرید ایک عظیم ادبی کتاب ہے جو عربی کی امہات الادب میں شمار کی جاتی ہے اور جس کے مطالعہ سے خود شاعر کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، اس کے اشعار کا کثیر حصہ وصف و غزل

کے لئے وقف ہے۔ بیانہ شاعری میں انہیں خاص امتیاز حاصل ہے، وہ کسی قصہ یا حکایات یا تاریخی واقعہ کو منظوم کرنے میں بڑی مہارت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اور لطف یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی زبان کی روانی اور سلاست پوری طرح باقی رہتی ہے۔ شاعری کی اس قسم کا وجود عربی میں ہم کو بہت نظر آتا ہے اور اس بنا پر ابن عبد ربہ کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے عربی شاعری کے دائرہ کو غیر معمولی وسعت بخشی ہے قصصی اور بیانہ شاعری کو رواج دیا ہے اور سیاسی شاعری میں حصہ بھی لیا ہے اس سے میری مراد کوئی نظریاتی شاعری نہیں ہے کیونکہ سیاسی تبلیغ جو موجودہ دور میں نظریاتی انداز سے ہوتی ہے اس کا رواج بھی اس زمانہ میں نہ تھا بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اندلس کے اس عظیم شاعر نے زندگی اور اس کے حقائق کو شاعری سے آشنا کیا اور انہیں شعر کے لباس میں پیش کیا۔

ابن عبد ربہ اندلس کے خلفاء بنی امیہ کا امیر الشعراء تھا، اس نے خلفاء بنی امیہ کے دربار سے وابستہ ہو کر زندگی گزاری اور ان کی مدح و ستائش میں مصروف رہا، ابن عبد ربہ کی شخصیت پر کام کرنے والے محققین کی اکثریت نے اسے عمدہ شاعر و ادیب قرار دیا ہے کہ ”وہ اندلس کا عظیم شاعر و ادیب تھا“^۱، بعض نے اسے ”حجة الادب“، و ان له شعراً انتہی منتہا و تجاوز سماك الاحسان و سہاہ“ سے موسوم کیا^۲۔ ابن خلکان نے کہا کہ ”اس کے شعر کے دیوان بہت عمدہ ہیں“۔^۳ یحییٰ بن فضال نے بھی کہا ”من اهل العلم والادب والشعر كانت له بالعلم جلالة و في الادب رياسة و شهرة مع ديانة و صيانة“^۴ اور ثعالبی نے کہا ”ابن عبد ربہ کا اندلس کے مشہور علماء و فضلاء اور ادباء میں شمار ہوتا تھا، اور اس کے اشعار

۱۔ تاریخ علماء الاندلس، ۱/۳۷

۲۔ مطمح النفس، ص ۵۱

۳۔ وفيات الاعیان، ۱/۴۵

۴۔ بغیة الملتبس، ص ۱۳۷

میں حلاوت و چاشنی کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت بھی نمایاں ہیں“۔^۱

ابن عبد ربہ کے اشعار جو کتب ادب اور اس کی اپنی مایہ ناز کتاب ”العقد الفرید“ میں ملتے ہیں تقریباً ۱۴۰۰ ہزار ہیں، لیکن بقول سید شفیع صاحب جس کو جبرائیل جوہر نے نقل کیا کہ ان کے اشعار کی کل تعداد ۱۳۵۰ ہیں۔ یہ قلیل تعداد اشعار ہی نے اسے اپنے عہد کا بہترین شاعر قرار دیا اور یہی اشعار دوسرے ہم عصر شعراء پر فوقیت حاصل کرنے کے لئے کافی ہیں۔^۲

ابن عبد ربہ نے شاعری کی تمام اصناف مثلاً ہجو، مدح، مرثیہ، غزل، زہد اور وصف نگاری وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔^۳ لیکن ابن عبد ربہ کو شعر کی ان تمام اصناف کے علاوہ موسیقی اور طب میں بھی دسترس حاصل تھی۔^۴ اس کے خیالات میں ندرت و انفرادیت ہے، اس کا ہر شعر اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اسے عربی زبان و ادب پر قدرت کاملہ حاصل تھی۔ اس کے خیالات میں قدرتی حسن اور موضوعات میں تنوع ہے، اس کے اشعار میں موجودہ موسیقیت شعر کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے اس کی شاعری بہترین تشبیہات اور عمدہ نادر استعارے سے مرصع ہے جسے اس کی شاعری کا ایک امتیاز قرار دیا جاسکتا ہے۔^۵

۱۔ یتیمۃ الدھر، ۴۱۲/۱

۲۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۱۲۵۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۵ کے حاشیہ میں سید محمد شفیع صاحب کا مذکور ہے۔

۳۔ ایضاً ص ۱۲۷

۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ: ۵۹۵/۱

۵۔ ابن عبد ربہ وعقدہ ص ۱۴۶

موشحات :

ابن عبد ربہ نے قصائد کے علاوہ فن موشحات میں طبع آزمائی کی۔ موشخ دراصل وہ قصیدہ یا نظم ہے جو گانے کے لئے کہی جائے، اس کا یہ نام وشاح سے مشابہت کی بنا پر رکھا گیا ہے۔ جو موتیوں اور یا قوت سے مزین ایک دوہری پٹی ہوتی ہے، یا موتیوں سے مرصع ایک چوڑی پٹی ہوتی ہے جسے عورتیں اس طرح پہنتی ہیں کہ ایک کاندھے سے لیکر دوسری طرف کے کو لھے تک پہنچ جاتی ہے۔ ۱۔

موشخ کے دو حصے ہوتے ہیں :- ایک میں تو پورے بیت ہوتے ہیں اور دوسرے میں صرف مصرعے، یہ صنف شاعری شعر کی ان ”سات قسموں“ (فنون) میں سے ہے جنہیں متاخرین کی اختراع سمجھا جاتا ہے، جس میں خالص نحوی اصول و قواعد کی پابندی کی جاتی ہے۔ ۲۔ موشخ کے چند بند ہوتے ہیں، جن کا اصطلاحی نام صحیح طور پر معین نہیں ہوا۔ عام طور پر انہیں جزء یا بیت کہا جاتا ہے، اپنی مکمل ترین صورت میں موشخ کی ابتداء ایک یا دو ابیات سے ہوتی ہیں جو اصل نظم کی تمہید کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ اس تمہید کو ”مذہب“، ”غصن“، یا ”مطلع“ کہتے ہیں۔ بعض اوقات موشخ میں ”تصریع“ بھی پائی جاتی ہے۔ ۳۔

فن موشحات کے سلسلہ میں بعض ناقدین کا خیال ہے کہ اس فن کا موجد ابن عبد ربہ تھا، لیکن اس کا موشخ اتنا سخت تھا کہ اس کے طرز پر شاعری کرنا لوگوں کو شاق گذرتا تھا، جس کی وجہ سے اس کے موشخ کو کامیابی نہ مل سکی اور نہ ہی فن موشخ میں اس کا نام روشن ہو سکا۔ ۴۔

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ: ۸۱۳/۲۱

۲۔ ایضاً ۸۱۳/۲۱

۳۔ ایضاً ۸۱۳/۲۱

۴۔ ظہر الاسلام، ۱۹۱/۳

بعض دوسرے ناقدین کے قول کے مطابق موشح کا موجد عبادہ بن ماء السماء تھا، چونکہ اندلس میں عبادہ سے پہلے اس فن کا وجود نہیں تھا اور نہ ہی لوگ موشحات کے فن سے واقف تھے اور نہ ہی اس طرح کی شاعری کیا کرتے تھے۔ لیکن عبادہ بن ماء السماء نے جب اندلس میں اس فن کو وجود بخشا اور لوگوں کو اس فن سے روشناس کرایا اور ادباء، علماء اور شعراء کو اس کی اہمیت بتائی تو وہاں کے شعراء نے اس طرز پر شاعری کرنی شروع کیں اور لوگ اس فن سے واقف ہوئے، اس لئے عبادہ ہی کو لوگ اس فن کا موجد قرار دیا۔ ۱۔

جہاں تک موشح کے اوزان کا تعلق ہے، تو اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس کے اوزان کو سب سے پہلے محمد بن معافر الفرید نے ہی بیان کیا، اس کے بعد ہی تمام شعراء کرام اس اوزان کے مطابق شاعری کی۔ ۲۔

ہجو نگاری:-

ابن عبد ربہ کے مزاج میں شوخی نمایاں طور پر موجود ہے، اس نے بکثرت ہجویہ اشعار کہے ہیں۔ اس ہجویہ اشعار کے مطالعہ سے یہ بات متبادر ہے کہ اس کے کلام میں ملاحظہ و چاشنی ہے، وہ ہجو نگاری کا بہت رسیا تھا، دوسرے شعراء کی طرح ابن عبد ربہ کی ہجو سوقیانہ دین اور ابتذال سے پاک ہے، وہ اپنے مد مقابل پر بڑے لطیف اور باریک بین انداز میں طنز کرتا ہے۔
بخیل شخص کی ہجو اس طرح کی:-

لکنہ صوم لمن أفطرا

لا يفطر الصائم من أكله

يكفى به الشاهد أن يخبر

في وجهه من لؤمة شاهد

۱۔ ظہر الاسلام، ۱۹۱/۳

۲۔ ظہر الاسلام، ۱۹۱/۳

لم يعرف المعروف افعاله قط، كما لم تنكر المنكر ۱
ایک دفعہ ایک شخص نے ابن عبد ربہ سے کچھ چیزوں کے دینے کا وعدہ کیا، لیکن بجائے
ایفاء عہد کے ٹال مٹول کرتا رہا، تو ابن عبد ربہ نے اس شخص کی ہجو اس طرح کی:-

صحيفة طابعها اللوم عنوانها بالجهل مختوم
اهدى لها، والخلف في طيها والمطل والتسويق واللوم
من وجهه فحسن، ومن تربه وجس، ومن عرفانه شوم
لا تهتضم، ان بت ضيفاله فخبيره في الجوف ها ضوم
تكلمه الالحاظ من رقة فهو بلمحظ العين مكلموم
لا تأتدم شيئاً على اكله فانه بالاجوع مأ دوم ۲

یہ ہجو بہت سخت ہے، اور اس شعر میں اس وعدہ خلافی کرنے والے شخص کو جاہل قرار دیا
گیا ہے، نیز اسے نجس بھی بتایا ہے، اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو:-

من وجهه فحسن و من تربه رجس، ومن عرفانه شوم
کہ شاعر نے اس شعر میں سخت الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کو منحوس بھی بتایا ہے، اور اس کو
مہمان کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا قرار دیا ہے، جبکہ عربوں کے نزدیک اصل ہجو وہ ہے جو اعلیٰ
اقدار و اخلاق کے بارے میں کی جائے۔ اس کے بعد شاعر وعدہ خلاف شخص کو روٹی چورتک بتایا
ہے۔ آگے چل کر شاعر اس کو بخل و کذب کے ساتھ منسوب کرتا ہے، جس کے بارے میں ایک
قصیدہ کہا ہے۔ جو ملاحظہ ہو:-

صحيفة كتبت لبها وعسى عنوانها راحة الرّاجي اذا يسا

وعدله هاجس فى لغدر قد برمت احشء صبرى به من طول مانبجسا
مواعد غرنى منها و ميض سنا حتى مددت اليها الكف مقتبسا
فاصبحت حجراً لو كنت تضربه من لؤمه، بعضى موسى لها انبجسا
كانما صيغ من بخل و من كذب فكان ذاك له روحاً، و ذا نفساً

شاعر اس وعدہ خلاف کے متعلق اس اشعار میں کہتا ہے کہ وہ تو بخل و کذب سے متصف ہے اور اس کا وجود ہی اس جھوٹ اور بخل سے ہوا ہے۔ اس کے بعد کا اشعار ملاحظہ ہو:-

رجاء دون اقربه السحاب و وعد مثل مال مع السراب
و تسويف بكل الصبر عنه و مطل ما يقوم له حساب
و ايام خلت من كل خير و دنيا توزعها الكلاب

پھر شاعر کہتا ہے کہ اس شخص کا وعدہ ایسے بادل کی طرح ہے جو نہ بر سے اور اس شراب کی مانند ہے جو چمکنے میں پانی محسوس ہوتی ہے مگر دھوکہ دیتی ہے، اور اس شخص نے اپنے دین کو ہر طرح کے بھلائی سے خالی کر رکھا ہے اور دنیا کو ہر طرح کے سرسبز و شاداب کلیوں سے منور کر رکھا ہے۔

ابن عبد ربہ کسی بادشاہ سے ایک قیدی کے رہائی کی سفارش کی، بادشاہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، تو ابن عبد ربہ نے بادشاہ کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے:-

حاشا لمثلک ، ای یفک اسیراً او ان یکون من الزمان معجیرا
لبست قوافی الشعر فیک ملرعاً سوداً، و ضلّت أوجها و صلوراً
هلا عطف برحمة لما دعت ویلاً علیک ، مدائحی ، و ثوراً

لو ان لومك، عاد جوداً عشره ماكان عندك، حاتم مذکور ۱

چونکہ بادشاہ وقت سے قیدی کے رہائی کے لیے شاعر نے سفارش کی تھی، لیکن اس کی امید کے خلاف بادشاہ نے اس کی بات کی شنوائی نہیں کی جس پر شاعر بادشاہ کے متعلق بتاتا ہے کہ تم جیسے لوگ انسانوں کے ساتھ رحمت اور نرمی کے قائل نہیں ہو، تمہارے اخلاق بہت تنگ ہیں، تم لوگ صرف مدح کرنے والے ہی کو اپنی رحمت کے آغوش میں جگہ دیتے ہو اور مجبور لوگوں کی مدد نہیں کرتے ہو۔ اس سے ابن عبد ربہ کی جرأت و شجاعت کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ باوجودیکہ درباری شاعر ہونے کے اس طرح کی تلخ کلامی حق گو انسان ہی کر سکتا ہے۔

ابن صاعد الاندلسی نے ابن عبد ربہ کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ۲ ابن عبد ربہ کا ایک چچا زاد بھائی تھا، جو اپنے زمانہ کا مشہور حافظ و طبیب اور شاعر و ادیب تھا، ابن عبد ربہ کے پاس ملاقات کی غرض سے ایک رقعہ بھیجا، لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اس پر اس کے بھائی نے یہ اشعار لکھ بھیجے، ملاحظہ کیجئے:-

لما علمت مواسا و جلیسا نادمت بقراطاً و جالینوسا

و جعلت کتبها شفاء تفردی و هما السفاء لكل حرج یوسا

و وجدت علمها اذا حصلتہ یذکی و یحی للجسوم نفوسا

ابن عبد ربہ کی شاعرانہ صلاحیت و عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ان کا ایک چچا زاد بھائی جو خود شاعر و طبیب تھا اپنے بھائی سے بہت ساری امیدوں کے ساتھ ملاقات کی غرض سے رقعہ بھیجا تھا، لیکن ابن عبد ربہ جیسا شقی القلب شخص کچھ جواب نہیں دیا اور جب اس نے اس کے پاس مذکورہ بالا اشعار لکھ بھیجا تو بجائے اس کے کہ ملاقات کی اجازت دیتا یا اس سے خود ج کر

۱۔ العقد الفرید، ۱/۱۸۶

۲۔ طبقات الامم، ص ۷۹

ملاقات کرتا اس سے ناراض ہو کر اس کی ہجو کر ڈالی، وہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:-

ألفيت بقراطاً و جالينوساً لا يأكلان، و يرزآن جليسا
فجعلتم دون الاقارب حنة و رضيت منهم صاحباً و انيساً
و أظن بخلق لا يرى، لك تلو كاً حتى تنادم بعد هم ابليساً

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد ربہ کے اندر ہجو کرنے اور جنگ و جدال کرنے کا اچھا مادہ تھا، اسی قطعہ کے آخری شعر کے اندر شاعر نے بہت سخت انداز میں بھائی کی ہجو کی جس سے شاعر کے بارے میں اچھی رائے قائم کرنے سے ہر باشعور انسان پر ہیز کرے گا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابن عبد ربہ اور اس کے ہم عصر دوست یحیی القلفاط کے درمیان کچھ اختلافات ہو گئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن عبد ربہ کے پیر میں کچھ نقص تھا جس سے قلفاط واقف نہیں تھا، ایک روز ابن عبد ربہ قلفاط کے سامنے سے گذر رہا تھا جو اس کی عیب سے واقف ہو گیا، تو قلفاط نے کہا ”اے ابا عمر میں نہیں جانتا تھا کہ تیرے پیر میں عیب ہے، لیکن آج میں تیرے عیب سے باخبر ہو گیا“، ابن عبد ربہ اپنے دوست کی بات سے جھنجھلا گیا اور بولا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، میرے پاس کوئی عیب نہیں، اس پر قلفاط نے شاعر کی ہجو میں ایک قصیدہ کہہ ڈالا، جس کا پہلا مصرع ملاحظہ ہو:-

يا عرس احمد انی مز مع سفرا فود عینی سرا من ابی عمرا
اتفاق سے دونوں دوست کسی وزیر کے پاس اکٹھا چلے گئے، وزیر نے کہا ”خیریت تو ہے“ کیسے آپ دونوں دوست ایک ساتھ جمع ہیں، تو قلفاط نے ابن عبد ربہ کی ہجو میں جو قصیدہ کہا تھا اس کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے یہ اشعار پڑھا ہی تھا:-

حَال طَلَّاس لَيْ عَنْ رَأْيِهِ وَ كُنْتُ فِي تَعَدُّدِ ابْنَائِهِ
 قَلْفَاظِ اپنے کلام کو مکمل بھی نہ کر سکا تھا کہ ابن عبد ربہ نے جواب اس طرح دیا:-

ان كنت في تعدد ابنائه فقد سقى املك من مائه
 ہجو کرنے کے بعد شاعر نے یہی القلظاظ پر پانی انڈیل دیا اور اس پر سب و شتم کیا، اور اس پر پتھر برسنا شروع کیا تو قلفاظ وزیر کے دربار سے ذلیل و خوار ہو کر نکل گیا، اس واقعہ سے مقلری نے اس ضمن میں استشہاد کیا ہے کہ اہل اندلس کو برجستہ گوئی میں انفرادیت کا درجہ حاصل ہے، جیسا کہ ابن عبد ربہ کے واقعہ سے مترشح ہے۔ ۲

مدح گوئی:

ابن عبد ربہ نے مدحیہ قصائد میں بھی نام پیدا کیا، اس نے صرف خلفاء اور امراء کی ہی نہیں بلکہ علماء اور ادباء کو بھی مدح کا موضوع بنایا، اس نے اپنے مدحیہ قصائد میں مدوح کی عادت حسنہ اور خصائل حمیدہ، شجاعت و بہادری اور سخاوت و فیاضی اور ان کے علم و فضل کا ذکر کیا ہے، اور مدوح کی جو دو سخا کو بارش اور سمندر سے تشبیہ دی ہے۔ ۳

ابن عبد ربہ کو مدح سرائی میں قدرت کاملہ حاصل تھی، نتیجتاً وہ محض دربار کا وظیفہ خوار شاعر ہو کر رہ گیا، اندلس کی جن حکمرانوں کے دربار سے منسلک ہو کر زندگی گزاری ان کے اسماء گرامی اس طرح ہیں: امیر محمد، امیر منذر، امیر عبد اللہ، اور عبد الرحمن الناصر وغیرہ۔ ۴

۱۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۱۲۹ و نفع الطیب، ۷۴/۲-۷۵/۳

۲۔ نفع الطیب، ۸۳۲/۲

۳۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۱۳۰

۴۔ ایضاً ص ۱۳۱

ابن عبد ربہ کے مدحیہ قصائد میں افکار کی بلندی اور خیالات کی ندرت پائی جاتی ہے، اس کے کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جو اس کے معیار کے مطابق نہیں تھے لہذا اس کو اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں شامل نہیں کیا۔ اور کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جن میں صرف مبالغہ آمیزی ہی نظر آتی ہے۔ جیسے ابو العباس کی مدح میں کہے گئے یہ اشعار:-

اللہ جرد الندی و الباس	سیفناً، تقلدہ ابا العباس
ملک، اذا استقبلت غرہ وجہہ	قبض الرجاء الیک روح الیاس
وبہ علیک من الحیاء سکینۃ	ومحبۃ تجری مع الانفاس
واذا احبّ اللہ يوماً عبده	القی علیہ محبہ للناس ^۱

ابن عبد ربہ نے ایک دفعہ کسی بادشاہ سے کچھ چیزوں کے متعلق سوال کیا، اور اس سوال میں کچھ نازیبا الفاظ بھی استعمال کیے، بادشاہ اس سے ناراض ہو کر اس کی ضرورت پوری نہیں کی، تو فی البدیہہ شاعر نے یہ شعر بادشاہ کے لئے کہہ ڈالا:-

ماضرّ حاجتی، ماضرّھا	عنداً اذا اعطیت نفسك، قدرھا
انظر الی عرض البلاد و طولھا	اولست اکرم اهلھا و ابرّھا
حاشا لجودک ان یوخر حاجتی	ثقتی بجودک سہلت لی وعرھا
لا یحتبنی حلوا المحامد ماجد	حتی یدوق من المطالب مرّھا ^۲

اشعار سن کر بادشاہ نے ابن عبد ربہ سے خوش ہو گیا اور جن چیزوں کے متعلق بادشاہ سے سوال کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔ بادشاہ کے اس خوش کن طرز عمل سے متاثر ہو کر شاعر نے مزید اس کی مدح کی، وہ کہتا ہے:-

۱۔ العقد الفرید، ۲۶۹/۱

۲۔ ایضاً ۲۶۹/۱

کریم علی العلات ، جزل عطاؤہ ینیل ، وان لم یعتمد لنوال
و مالا جود من یعطی اذا ما سألته ولكن من یعطی بغیر سوال
بادشاہ کے رعب و دبدبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گویا ہے:-

یا من یجرد من بصیرتہ تحت الحوادث ، صارم العزم
رعت العدو فما مثلث له الا تفزع منك فی الحکم
اضحی لك التدبیر مطرداً مثل اطراد الفعل لئلا سہ
رفع الحسود الیک ناظرہ فرآک مطلعاً مع النجم
بادشاہ کے حسن کلام کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے:-

قول کما ن فریرہ شہر علی ذہن اللیب
لا یشمئز علی اللسا ن، و لا یشذ علی القلوب
لم یغل فی شنع اللغا ت، و لا توحش بالغریب
سیف تقلدہ مثلہ عطف القضیب علی القضیب
هذا تجذ بہ الرقا ب، و ذا تجذ بہ الخطوب

چونکہ عرب شجاعت و خطابت کے دلدادہ ہیں، وہ لوگ شعر و شاعری سے شغف رکھتے ہیں، شاعر نے بادشاہ کی مدح اور حسن کلام میں ان تمام صفات کا خاص لحاظ رکھا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ اتنا فصیح اللسان ہے کہ اس کا قول ذہین انسانوں کے دل پر اثر کرتا ہے، اور وہ کبھی خلاف فصاحت الفاظ استعمال نہیں کرتا، اسی طرح بادشاہ جری اور شجاع ہے اور وہ جنگوں میں تیار

۱۔ العقد الفرید، ۲۳۹/۱

۲۔ ایضاً ۳۷/۱

۳۔ ایضاً ۳۰۰/۱

کا جو ہر دکھاتا ہے اور دشمنوں پر رعب و دبدبہ دکھا کر فتوحات حاصل کرتا ہے، انہی اعلیٰ صفات کا بیان مذکورہ بالا اشعار میں کیا گیا ہے۔

ابن عبد ربہ درباری شاعر تھا، اس لئے اس کی مدحیہ قصائد کا اکثر حصہ خلفاء و امراء کے ارد گرد گھومتی ہے، تاہم خلیفہ عبدالرحمن الناصر کی شان میں اس کے سب سے زیادہ مدحیہ قصائد پائے جاتے ہیں، جو کہ اس کی کتاب ”العقد الفرید“ کے اندر موجود ہیں، وہ الناصر کی تعریف اس طرح کرتا ہے:-

یا ابن الخلائف ، ان لمزن لو علمت ندائك ، ما كان منها الماء ثجاجاً

والحرب ، لو علمت بأسأ تصور به ما هیجت من جبل للدين لهیاجاً

شاعر مشہور بادشاہ عبدالرحمن الناصر کی شان میں رطب اللسان نظر آتا ہے، اس نے اپنے اشعار میں بادشاہ کے گن گائے ہیں، اور اس کی شجاعت، شرافت، سخاوت اور جنگوں میں اس کی صولت و دبدبہ کو دکھایا ہے، اور اپنے اشعار میں بادشاہ کی عظمت کا نقشہ کھینچا ہے، حق یہ ہے کہ ابن عبد ربہ نے جتنے خوبصورت اشعار عبدالرحمن الناصر کی شان میں کہے ہیں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ نیز وہ بادشاہ کی تعریف میں خوبصورت تشبیہات اور خوبصورت الفاظ سے اس کی شخصیت کی جلوہ گری کرتا ہے۔

شاعر الناصر کی شان میں مزید اشعار پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:-

ادخلت فی قبة الاسلام مارقة اخرجتها من ديارك الشرك اخراجاً

يحفل تشرق الارض الفضاء به كالبحر يقذف بالامواج امواجاً

يقوده البدر يسرى فى كواكبه عد مرما كسواد الليل رجراجاً

تروق فيه بروق الموت لامعة ويسمعون للمرعد اهزاجاً

غادرت فی عقر تی جیان ملحمة أبکیت منها بارض الشرب اعلاجاً
 فی نصف شهر ترکت الارض ساکة من بعد ما کان فیها الطیر قد ماجا ل
 جبرائیل جبور نے ابن عبد ربہ کے ان اشعار کو جو الناصر کی شان میں ہی کہے گئے ہیں، وہ
 سب سے عمدہ اشعار قرار دیا ہے، جس میں بیک وقت تکلف، معانی، خیال اور عاطفہ وغیرہ تمام
 چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ اشعار اس طرح ہیں:-

وبعدھا غزارة ثنتی عشره وکم بها من خبره و عبره
 غزالامام، حوله کتائب کالبدر محفوظاً به الکواکب
 غزا، و سيف النصر فی یمنه وطالع السعد علی جنسیتہ
 اس کے بعد کہتا ہے:-

فاجتمعت علیه کل الأمة و بايعته امراء الفتنة ۲

غزل گوئی:

ابن عبد ربہ کے شعری سرمایہ کا ایک معتد بہ حصہ غزلیہ اشعار پر مشتمل ہے، یہی صنف اس
 کی طبع آزمائی کا مرکز موضوع رہی، غزل میں اسے ید طولی حاصل تھا، غزل گوئی میں اسے اتنی ہی
 قدرت حاصل تھی جتنی متنبی کو، اس کی غزل سادہ اور تکلف و تصنع سے پاک ہے، اس کے غزلیہ
 اشعار لطافت و رعنائی اور حساسیت و نزاکتوں سے پُر ہیں۔ ۳

غزلیہ اشعار کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مضامین سادہ انداز میں اس طرح بیان

۱۔ العقد الفرید، ۲/۶۳-۲۶۲

۲۔ ایضاً ۳۷۲/۲

۳۔ مناهج التألیف، ص ۲۹۸

کئے جائیں کہ اس میں انسان کے حقیقی جذبات محبت کا عکس نظر آئے اور اس میں شاعرانہ مبالغہ پردازی سے زیادہ واقعیت کا رنگ نمایاں ہو، اس پیمانہ پر جب ہم اس کے غزلیہ اشعار کو پرکھتے ہیں تو اس کے غزلیہ کلام میں مذکورہ تمام خصوصیات کو بدرجہ اتم محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ۱۔

ابن عبد ربہ کی مقبولیت و شہرت، تعظیم و تکریم اور کمال شاعری کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی کا مشہور شاعر و ادیب ابوالطیب المتنبی اپنی سخن سنجی کے سامنے بڑے سے بڑے شعراء و ادباء کو بھی حقیر و کم تر سمجھتا تھا، لیکن وہ ابن عبد ربہ کی نمایاں شخصیت، اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے کلام میں رقت و سلاست، اور شعر و شاعری کا صدق دل سے معترف تھا اور نہ صرف یہ کہ اس کی شخصیت کا معترف تھا بلکہ اندلس کا کوئی بھی ادیب و شاعر اس سے ملتا تو ابن عبد ربہ کے اشعار کو اس سے ضرور سنتا۔

متنبتی کا ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ خطیب ابوالولید بن عیال نے حج سے واپسی پر مصر میں قیام کیا، جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ ابوالطیب المتنبتی بھی یہیں مسجد عمرو بن العاص میں قیام فرما رہے تو موقع کو غنیمت سمجھ کر متنبتی سے ملاقات کی، دونوں میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد متنبتی نے ابوالولید سے کہا ”کیا آپ مجھے اندلس کے ملیح الکلام شاعر (ابن عبد ربہ) کے اشعار سنائیں گے؟ انہوں نے کہا، ”ضرور“، چنانچہ اس نے مندرجہ اشعار سنائے جس میں تغزل کا رنگ نمایاں ہے۔ ملاحظہ ہو:-

یا لؤلؤ ایسبی العقول انیقا	و رشا بتقطع القلوب رقیقا
ما ان رأیت و لا سمعت بمثلہ	ورداً یعود من الجناء عقیقاً
واذا نظرت الی محاسن وجہہ	ابصرت وجہک فی سناہ غریقا

۱۔ مولانا سعید احمد: غلامان اسلام، جید برقی پریس، دہلی ص ۵۱۱

۲۔ علی اڈھم: بعض مورخی الاسلام، مکتبۃ النهضة المصریة، مصر۔ ص ۴۵-۴۴

یا من تقطع خصره من رقة مابال قلبك لا يكون رقيقاً

ابوالولید جب اشعار سنا چکے تو متنبی نے مکرر سنانے کی فرمائش کی، اس کے بعد فرط مسرت سے تالیاں بجائیں اور عالم تصور میں ابن عبد ربہ کو مخاطب کر کے کہا ”یا ابن عبد ربہ لقد تأتیک العراق حبوا“ کہ ابن عبد ربہ تمہارے سامنے تو عراق کے شعراء بھی زانو بستہ ہو کر آئیں گے۔ عراق کی مثال متنبی نے اس لئے دی کہ اس وقت عراق شعر و شاعری کا مرکز تھا۔ ابن عبد ربہ نے غزل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:-

پہلی قسم قطعات میں سے ہے جن کی تعداد تقریباً (۳۰۰ سواشعار) ہیں، اس قسم میں اس نے ہر شعر کو قدیم طرز کے ساتھ ہر بحر کو بھی مد نظر رکھ کر منظم کیا ہے۔ جو ایک مشکل کام ہے، اور یہ طرز اسی وقت ممکن ہے جب شاعر کو بحر و قوافی پر پوری قدرت حاصل ہو، جو ابن عبد ربہ کی شاعرانہ زندگی میں دیکھا جاسکتا ہے۔

دوسری قسم ان قطعات کی ہے جس میں (۲۰۰ سواشعار) ہیں، ابن عبد ربہ نے ان اشعار کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔۳

ابن عبد ربہ کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جو بحر کے انداز پر کی ہیں۔۴

شطر الخفیف: خفیف کے تین اعارض اور پانچ اقسام ہیں۔

العرض الاول، التام۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جس میں تشعیث شجائز ہے۔ اس

۱۔ العقد الفرید، ۴۰۰/۵

۲۔ ارشاد الاریب، ۷۱/۲

۳۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۱۳۷

۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید، جلد ۵

۵۔ تشعیث (علم العروض کی اصطلاح میں ”فاعلاتن“ کے وزن کے دو متحرک میں سے ایک متحرک کے حذف کرنے

کو کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ مفعولن کے وزن پر ہو جاتا ہے)، لوئس المعلوف الیسوعی: المنجد: ص ۳۹۰

کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:-

انت دائی ، وفی یدیک دوائی	یا شفائی من الجوی و بلائی
ان قلبی محب من لا اسمعی	فی عناء ، اعظم به من عناء
کیف لا کیف ان الذبعیش	مات صبری به ، و مات عزائی
ایہا اللائمون ، ماذا علیکم	ان تعیشوا ، و ان اموت بدائی؟
ولیس من مات فاستراح بمیت	انما المیت میت الاحیاء ۱

اس کا وزن یہ ہے:

فاعلاتن ، مستفعلن ، فاعلاتن فاعلاتن ، متفعلن ، مفعولن
دوسری قسم محذوف کی ہے جس میں خبن کجائز ہے۔ مثلاً:-

ذات دلّ و شاحها قلق	من خمود و جعلها شرق
بزّت الشمس نورها و حباها	لحظ عینہ شادن خرق
ذهب خدّھا یدوب حیاء	و سوی ذاک کله ورق
ان امت میتة المحبّین وجداً	وفؤادی من الهوی مرق
(فالمنايا من بین غادٍ و سار)	کل حیّ برهنها غلق) ۳

اس کا وزن یہ ہے:-

فاعلاتن و مستفعلن ، فاعلاتن فاعلاتن ، متفعلن ، فعّلن

۱۔ العقد الفرید، ۱۸۸/۳

۲۔ خبن (علم العروض کی اصطلاح میں سبب خفیف سے ساکن کو حذف کر دینا جیسے ”فاعّلن“ سے ”فعّلن“۔

لوئیس معلوف الیسوعی: المنجد، ص ۱۶۸

۳۔ العقد الفرید، ۴۷۰/۵

العروض الثانی : الخبن۔ اس کی مثال مندرجہ ذیل ہیں :-

یا غلیلاً كالنار فی كبدي	و اغتراب الفؤاد عن جسدی
و جفوناً تذری الدموع اسی	و تبیع الرقاد بالسهد
لیت من شفتی هوواه رأى	زفرات الهوى على كبدي
غادة نازج محلميتها	و كلمتنی بلوعة الكمد
(رب خرق من دونها قذف	مابه غير الجن من أحد) ۱

اس کا وزن یہ ہے :-

فاعلاتن ، مستفعلن ، فعلن

العروض الثالث : المجزوء۔ اس کی دو قسمیں ہیں :

پہلی قسم ضرب المجزوء ہے اور دوسری قسم المجزوء المقصور ہے۔
پہلی قسم کی مثال ملاحظہ ہو :-

ماالمیلی تبدلت	بعد ناوڈ غیر نا
ار هقتنا ملامه	بعد ایضاح عذرنا
فسلوننا عن ذکرها	و تسلت عن ذکرنا
لم نقل اذا تحرمت	و استهللت بهجرنا
(لیت شعری ما ذاتری	أم عمرو فی أمرنا) ۲

اس کا وزن یہ ہے :-

فاعلاتن ، مستفعلن ۳

فاعلاتن ، مستفعلن

T. 5955



۱۔ العقد الفريد، ۴۷۱/۵

۲۔ ایضاً ۴۷۱/۵

۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ علم العروض والقافیہ: الدكتور عبد العزيز عتيق

اس کے بعد ابن عبد ربہ کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کئے گئے ہیں۔ طویل کی پہلی قسم (سالم)۔ اس کی مثال یہ ہے م۔

وا زهر كالعيوق يسعي بزهراء لنا منها داء ، وبرء من الرءاء
الاباي صدغ حكي العين عاطفة وشرب مسك قد حكي عطفة لراء
فما السحر يعزى الى ارض بابل ولكن فتور للحظ من طرف حوراء
و كف ادارت مذهب اللون اصفرا بمنهبة في راحة الكف صفراء
طویل کی دوسری قسم مقبوض ہے۔ اس کی مثال ملاحظہ کیجئے:-

معذبني رفقا بقلب معذب وان كان يرضيك العذاب ، فعذبتي
لعمرى ، لقد يا علمت غير مباحد كم ا اننى قربت غير مقربى
بنفسى بدر ، اخمدته الدر نوره و شمس متى تبدولى الشمس تغرب
لو ان امرء القيس ابن حجر بدلت له لما قال ”مرابى على ام جندب“^۱
طویل کی تیسری قسم۔ محذوف معتمد ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے:-

محب طوى كشحا على الزفرات وانسان عين خاض فى غمرات
فياض بعينه سقامى و صحتى ومن فى يديه ميتتى و حياتى
بحبك عاشرت الهموم صباة كانى لها ترب و هن لدافى
فخذى أرض للدموع و مقلتى سماء لها تنهل بالعبرات^۲

ابن عبد ربہ کی غزلیہ شاعری تمثیل اور تخیل سے پر ہے، اس کے اشعار میں خیال کی

۱۔ العقد الفريد، ۵۱۰/۵

۲۔ ایضاً ۵۱۰/۵

۳۔ ایضاً ۵۱۱/۵

قوت، معانی کی بلندی اور بہترین احساسات و جذبات پائے جاتے ہیں۔
 ابن عبد ربہ کے غزلیہ اشعار کی تعداد کثیر ہے جس کا احاطہ مشکل ہے، اس لئے اس کے
 بعض اشعار جو شعراء و ادباء کے درمیان مشہور ہیں ملاحظہ ہوں:-

و تلاشی لحمہ و دمہ	من محب سفہ سقمہ
وبکی من رحمۃ قلمہ	کاتب حنت صحیفۃ
ینجلی عن وجہہ ظلمہ	یرفع للشکوی الی قمر
وللمع البرق متبسمہ	من لقرن الشمس جبہتہ
ان عقلی لست اتہمہ	خلّ عقلی یا مسفہہ
حیث تہدی سناقہ قدمہ ۱	للفتی عقل یعیش بہ

آگے ملاحظہ کیجئے:-

حکمتہ لو عدلا	اعطیتہ ما سأل
ادری بہ ما فعلا	و حبتہ روحی، فما
عیشہ ام قتلا	اسلمتہ فی یدہ
لا ملّ ذلک الشغلا	قلبی بہ فی شغل
قید راع جملا ۲	قیدہ الحب کما

ایک جگہ ابن عبد ربہ اس طرح کہتا ہے:-

وشقۃ القمر المنیر	یا مقلۃ الرשא الغریر
بین الاکلۃ و الستور	ما رتفت عیناک لی

۱۔ العقد الفرید، ۴۴۶/۵

۲۔ ایضاً ۴۶۰/۵

الا وصفت یدی علی قلبی ، مخافة ان يطير
 هبنى كبعض حمام مکہ واستمع قول النذير
 أبنى لا تظلم بمكة لا الصغیر ولا الكبير ۱
 ابن عبد ربہ نے ایک شخص سے اپنی جدائی کا اس طرح اظہار خیال کیا ہے:-

و دعتنی بزفرة و اعتناق ثم نادت متى يكون التلاقى
 وتصدت ، فاشرق الصبح منها بين تلك الجيوب والاطواق
 يا سقيم الجفون من غير سقم بين عينيك مصرع العشاق
 ان يوم الفراق افطع يوم ليتنى مت قبل يوم الفراق ۲
 ایک دوسری جگہ کہتا ہے:-

هيج البين دواعى سقمى و سكا جسمى ثوب الالم
 أيها البين أقلينى مرة فاذا عدت فقد حل دمی
 يا خلى الذرع ، نم فى غبطة ان من فارقتہ لم ينم
 ولقد هاج لقلبی سقما ذکر من لو شاء داوى سقمی ۳
 ابن عبد ربہ نے ایک نوجوان شخص کو روتے ہوئے دیکھ کر اپنے احساسات و جذبات کو اس طرح قلم بند کیا:-

حوراء داعبها الهوى فى حور حکمت لو احظه على المعذور
 نظرت الى بمقلتى أدمانه و تلفتت بسوالف اليعفور

۱۔ العقد الفريد، ۴۵۶/۵

۲۔ ایضاً ۴۱۲/۵

۳۔ ایضاً ۴۱۲/۵

و کانما غاص الاسی بجفونها حتی اتاک بلؤ لؤ منشور ۱
اس کے بعد اس طرح اظہار خیال کرتا ہے:-

ادعوا علیک ، فلا دعاء یسمع یا من یضر بنا ظریہ ، و ینفع
للورد حین لیس یطلع دونہ والورد عندک کل حین یطلع
لم تنفدع کبدی علیک لضغفها لکنها ذابت ، فما تتصدع
من لی بابر دمایبین لسانہ و سیف جفونہ مایقلع
منع الکلام سوی اشارۃ مقلۃ منها یکلمنی و عنہا یسمع ۲
آخر میں ابن عبد ربہ کے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں:-

بزم امام الہوی امت الیہ وبحکم العقار أفضی علیہ
بأبی من زها علی بوجہ کاد یدمی لما نظرت الیہ
ناول الکأس و استمال بلحظ فسقتنی عیناہ قبل یدیہ ۳

زہد گوئی:

ابن عبد ربہ کے غزلیہ اشعار کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوا کہ اسے غزل گوئی میں انفرادیت کا درجہ حاصل تھا۔ یہ اشعار اس کی نوجوانی کا سرمایہ ہے۔ لیکن جب اس کا بڑھاپا قریب ہوا، تو اسے احساس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا مجھے اس بے راہروی کے سلسلہ میں محاسبہ کر لے۔ چنانچہ اس نے خدا کے سامنے توبہ کر لی اور جتنی غزلیں عشق و محبت کے بارے میں کہی تھیں شمار کر کے اتنی ہی

۱۔ العقد الفرید، ۴۰۰/۵

۲۔ ایضاً ۴۰۰/۵

۳۔ یتیمۃ الدھر، ۳۶۱/۱

زہد و موعظت میں کہیں اور ہر قطعہ شعر کا توڑ اسی بحر و قافیہ میں اتنے ہی شعروں سے کیا جتنے کے غزل میں تھے۔ اور اس شعری مجموعہ کو ”المُمَحَّصَات“ کے نام سے موسوم کیا۔^۱

ابن عبد ربہ کے سلسلہ میں ایک واقعہ یوں مذکور ہے کہ اس کے محبوب دوست نے سفر کرنے کا ارادہ کیا، اتفاق سے موسلا دھار بارش ہونے لگی، جس کی وجہ سے اس کو سفر ملتوی کرنا پڑا۔ اس واقعہ کو شاعر نے اپنے اشعار میں اس طرح منظوم کیا:-

هلا ابتكرت لبين انت مبتكر هيهات يأبى عليك الله والقدر
مازلت ابكى حذار البين ملتفا حتى رثى لى فيك الريح والمطر
يا برده من حيا مزن على كبدى نيرانها بغليل الشوق تستعر
آليت ألا أرى شمسا ولا قمرا حتى أراك فأنت الشمس والقمر^۲

شاعر نے اپنے ایک دوست کے سفر کے ملتوی کے نے اور بارش کی کثرت کے باعث رک جانے پر ایک نظم کہی۔ واقعہ معمولی ہے مگر شاعر اپنی فنی عظمت اور اپنی قوت خیال سے اس واقعہ میں رنگ بھرتا ہے اور اس کو شاعرانہ تعلیل سے حسن و نور عطا کرتا ہے، اور ہر شعر کو شاعرانہ عظمت سے منور کر دیتا ہے، جو مذکورہ بالا اشعار سے مترشح ہے۔

اس نظم کا تعلق اس کی عمر کے اس ایام سے ہیں جب عشق و مستی کے انداز میں شاعری کرتا تھا، لیکن جب زہد و موعظت کی طرف مائل ہوا تو یہ اشعار کہا:-

يا قادراً ليس يعفو حين يقتدر ما ذا الذى بعد شيب الرأس تنتظر
عاین بقلبك ان العین غافلة عن الحقیقة واعلم انها سقر
سوداء تزفر من غیظ اذا سمرت للظالمین فما تبقی و ما تذر

۱۔ مناهج التألیف، ص ۲۹۹

۲۔ نفح الطیب، ۴/۱۰۴

لو لم یکن لك غیر الموت موعظة لكان فیک عن اللذات مزدجر
 أنت المقول له ما قلت مبتدئا هلا ابتكرت لبین انت مبتکر ل
 بقول بعض فقهاء اور ائمہ کرام ابن عبد ربہ کی زہد یہ شاعری میں تکلف و تصنع ہے،
 اور شہادت کے لئے یہ اشعار پیش کئے:-

لست بقاض املی	ولأبعاد اجلی
ولا بمغلوب علی الر	زق الذی قدّر لی
ولا بمعطی رزق عنب	ری بالثقاء والعمل
فلیت شعری ما الذی	ادخلنی فی شغلی ۲

بقول جبرائیل جبور بستانی ابن عبد ربہ نے زہد میں ابوالعتاہیہ کی پیروی کی ہے، کیونکہ
 جس طرح ابوالعتاہیہ عالم شباب میں لہو و لعب اور عشق و مستی کی طرف مائل تھا۔ آخر عمر میں زہد
 اختیار کر کے دنیا کی مذمت کی، بعینہ ابن عبد ربہ نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا، اور آخر عمر میں نادم
 ہو کر زہد اختیار کیا اور دنیا کی مذمت کی۔ ۳

ابن عبد ربہ کے کلام کا ایک بڑا حصہ عبرت و نصیحت سے عبارت ہے، جب اسے اس
 بات کا احساس ہوا کہ دنیا کی لذت فانی ہے، اس سے محفوظ ہونا دھوکہ ہے، اس کا رنج و غم باقی
 رہنے والا ہے، اور اس کی خوشی و لذت ختم ہو جانے والی ہے، تو اس نے دنیا کی بے ثباتی اور زندگی
 کی ناپائنداری کا بہت موثر انداز میں ذکر کیا۔

ایک جگہ زمانہ کی برائی کرتے ہوئے اس طرح اظہار خیال کیا:-

۱۔ ظہر الاسلام، ۱۲۲/۳ و معجم الادباء، ۲۲۳/۴

۲۔ العقد الفرید، ۲۰۶/۳

۳۔ ابن عبد ربہ و عقده، ص ۱۳۵

ألا انما الدنيا غضارة ايكة اذا اخضر منها جانب جف جانب
 هي الدار ما الآمال الا فجائع عليها لا اللذات الا مصائب
 فكم سخرت بالامس عينا قريرة وقرت عيون دمعها الآن ساكب
 فلا تكتحل عينيك منها بعبرة على ذاهب منها فانك ذاهب !
 ابن عبد ربہ نے ایک نادم شخص کی طرح شاعری کی، اور اپنے آپ کو خالص توبہ کے لئے
 ابھارا، اللہ تبارک و تعالیٰ کے وعدہ کو یاد کر کے اور موت کو قریب سمجھ کر یہ اشعار فرمائے:-
 بادر الى التوبة الخالصاء مبتدئا والموت يويحك، ثم يمد اليك يدا
 وارقب من الله وعدا ليس يخلفه لا بدّ له من أنجاز ما وعدا ۱
 ایک جگہ اس طرح گویا ہے:-
 يا ويلتا من موقف مابه أخو من أن يعدل الحاكم
 أبارز الله بعصياناه وليس لي من دونه راهم
 يارب غفرانك عن مذنب أسرف الا انه نادم ۲
 ابن عبد ربہ پر جب پڑھاپے کے آثار نظر آنے لگے اور دنیا کی تمام لذتیں اسے بُری
 لگنے لگی، اور اسے یقین ہو گیا کہ اب موت قریب ہے، تو وہ کہتا ہے:-
 اتلهو بين باطية وزير وانت من الهلاك على شفير
 فيا من غره أمل وطويل يؤديه الى أجل قصير
 أتفرح والمنية كل يوم تريك مكان قبرك فى القبور

۱- العقد الفريد، ۱۷۵/۳

۲- ایضاً ۱۸۴/۳

۳- ایضاً ۱۸۲/۳

ھی الدنيا فان سرتک یوماً فان الحزن عاقبة السرور

ستسلب کل ما جمعت منها کعماریة تردد الی المعیر

وتعتاض الیقین من التظنی و دار الحق من دار الغرور

شاعر کی عمر بڑھ گئی اور اس نے محسوس کیا کہ اب زندگی آخری کنارے پر آگئی ہے، اس نے عبرت اور موت میں قربت محسوس کی، اور موت اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی، اس نے سمجھ لیا کہ یہ حیات مستعار جلد ہی ختم ہونے والی ہے، اور دنیا دار الغرور ہے اور آخرت دار السرور ہے، اس نے جذبات فنا اور جذبات آخرت اور دنیا کو الوداع کہنے کی خاطر مذکورہ بالا اشعار کہے۔

مرثیہ نگاری:

عباسی عہد میں اس صنف شاعری میں خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ جب کسی خلیفہ، وزیر یا مشہور سپہ سالار کی وفات ہو جاتی تو شعراء اس کا مرثیہ لکھتے۔ مرثیہ میں مرنے والوں کے محاسن، لوگوں کا اس پر رنج و غم اور امت کو اس سے پہنچنے والے نقصان کا ذکر ہوتا ہے۔ مرثیہ میں رنج و الم کے جذبات کے ساتھ ساتھ، شجاعت و بہادری کے ایسے کارناموں کا بھی ذکر ہوتا، جس سے نوجوانوں کے دلوں میں موت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا ہوتی۔

اس دور کے مرثیہ نگاروں میں دقت پسندی اور ندرت خیال کے اوصاف نمایاں ہیں۔ شعراء معنی آفرینی کے میدان میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ قدیم شاعری میں گزشتہ اقوام کی موتوں سے تسلی حاصل کرنے اور موت کے حتمی ہونے کے متعلق مضامین کا ذکر ملتا ہے، اس کو بھی اس دور میں دہرایا گیا۔ اسی کے ساتھ اپنی متمدن اور منطقی فکر

کے ذریعہ اس صنف میں مزید جدت و ندرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس دور کے مرثیوں میں اقرباء، احباب، اولاد اور ازواج کے مرثیوں کا ذکر کثرت ملتا ہے، ان مرثیوں میں دلی رنج و غم اور متعلقین کو موت سے پہنچنے والے صدمے کا بڑا درد انگیز ذکر ملتا ہے۔

مرثیہ نگاری میں ابن عبد ربہ ممتاز مقام کا حامل ہے، اس نے اس صنف کے لئے اپنی کتاب کے ایک حصہ کو مختص کیا، جس میں اپنی مرثیہ نگاری کے علاوہ دوسرے شعراء کے مرثیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔^۱ ابن عبد ربہ کے وہ مرثیوں جو اس نے اپنے بیٹوں کی وفات پر کہے تھے، وہ بڑے ہی موثر اور درد انگیز ہیں، اور وہ رنج و غم اور یاس و قنوطیت کی غمازی کرتے ہیں، مثلاً جب ابن عبد ربہ کا لڑکا سخت بیمار پڑا، ہر طرف سے امید کی کرنیں بند ہو گئی تھیں، اطباء نے بھی موت کے انتظار میں کام کرنا بند کر دیئے تھے، اس عالم کشمکش میں شاعر بارگاہ ایزدی کی طرف متوجہ ہوا اور دربار ایزدی میں یوں ملتمس ہوا:-

بنیٰ لئن اعيا الطيب بن مسلم	ضناك و اعياذ البيان المشيع
لا بتلهن ، تحت الظلام ، بدعوة	متى يدعها داع الى الله يسمع
تغلغل من بين الضلوع نشيجها	له شافع من عبرة ، تضرع
فيا خير مدعو ، دعوتك ، فاستمع	مالى شفيع غير فضلك ، فاشفع ^۲

لیکن جب بچے کی موت ہو گئی اور اس کو دفن کرنے کے لئے قبر میں قدم رکھتا ہے، اس وقت ابن عبد ربہ کا دل رنج و غم سے پاش پاش ہو گیا اور اسے ایسا محسوس ہوا کہ غم و اندوہ کی وجہ سے مرجائیگا، وہ اپنی اس حالت کو یوں بیان کرتا ہے:-

واكبدا: قد تقطعت كبدي قد حرقتهما لوا عج الكمد

۱۔ العقد الفرید، ۳۲۸/۳-۳۱۱

۲۔ ایضاً ۲۲۷/۳

مامات حی کیت اسفا اعذر من والد علی ولد
 یارحمة اللہ ، جاوری جدثاً دفنت فیہ حشاشتی بیدی
 ائی حشا لم یدب اسفا وائی عین علیہ لم تجدد
 لا صبر لی بعدہ ، ولا جلد فجعلت بالصبر فیہ والجلد
 لو لم امت عند موتہ کمداً لحق لی ان اموت من کمد
 یالووعہ لا یزال لا عجھا یقدح نار الاسی علی کبدی !

ابن عبد ربہ اپنے بچے کی موت پر جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ انسانی غم کا حصہ ہے، اس نے اپنے بیٹے کی موت پر نہایت شدید غم کا اظہار کیا، اور دنیا کے اندر جو غم، محرومیاں، انسانی بے بسی اور مجبوریاں اٹھانی پڑیں اور خاص طور سے اولاد جو زندگی کا پھل ہے اس کے چھن جانے سے جو انسان کی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے ان جذبات کو اور دل کے اندر کے احساسات کو شاعر نے مصور کر دیا اور اپنی شاعرانہ احساس سے ایک عجیب غم انگیز ماحول پیدا کر دیا کہ اشعار پڑھنے والا بے چین ہو جائے، ایسا لگتا ہے وہ خود شاعر کے ساتھ اس کے بچے کے دفن میں موجود ہے۔
 کچھ دنوں کے بعد جب ابن عبد ربہ کو اپنے بڑے لڑکے کی یاد آئی تو اس نے موت کی تمنا کی، اور کہا ہے کہ کاش موت آ جاتی تو لڑکے کے ساتھ اس کے کفن میں جا کر لیٹ جاتا، اس کے بعد یوں بیان کرتا ہے:-

بلیت عظامک، والاسی یتجدد والصبر ینفد، والبقار لا ینفد
 یا غائباً لا یرتجی لا یا بہ ولقائه ، دون القیامة موعدا
 ماکان احسن ملحداً ضمنته لو کان ضمّ أباک ذاک الملحد

بالیأس اسلو عنك لا يتجلدى ہیہات : این من الحزین تجلدی
ابن عبد ربہ کے ایک لڑکا کی وفات شیر خوارگی کے عالم میں ہوئی تھی ، اس کو یاد کرتے
ہوئے کہتا ہے کہ :-

على مثلها من فجعة خانك الصبر فراق حبيب دون اوبته الحشر
ولى كبد مشطورة فى يد الاسى فتحت الثرى شطر، وفوق الثرى شطر
يقولون لى: صبر فؤادك بعده فقلت لهم مالى فؤاد، ولا صبر
فرنج من لحمد لمواصل ما اكسى من الریش حتى ضمه الموت والقبر
اذا قلت: اسلو عنه، هاجت بلا بل يحدّدها فكر بعدده ذكر
وانظر حولى، لا ارى غير قبره كأن جميع الأرض عندى له قبر
افرخ جنان الخلد طرب بمهجتى وليس سوى تمر الضريع لها وكر

وصف نگاری:

سرزمین اندلس کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہاں کے شعراء کو وصف نگاری کے میدان میں مشرق
کے شعراء پر سبقت حاصل تھی، ابن عبد ربہ نے بھی اپنے شعری مزاج کے بل بوتے پر اس
میدان میں جدت آفرینی سے کام لیا ہے، اور اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں ایک باب ”باب
اقوال العرب فى الرياض“ کے نام سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس میں وصف
نگاری کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ۳۔ اس کی وصف نگاری کے اندر شستگی الفاظ اور لطافت معنی کا

۱۔ العقد الفرید، ۲۱۵/۳

۲۔ ایضاً ۲۵۸/۳

۳۔ ایضاً ۴۱۸/۵

عنصر موجود ہے۔

ایک جگہ اس طرح بیان کرتا ہے:-

وروضة عقدت أیدی الربیع بها نوراً بنور ، و ترویجا بترویج
یلمح من سواریهها ، و ملقمه و ناتج من غوادیهها ، و منتوج
توشحت بملاة غیر ملحمة من نورها ، و رداء غیر منسوج
فالبست حلل الموشی زهرتها و جللتها بأنماط الدیا بیج ۱

ایک اور جگہ اظہار خیال کیا:

و موشیة یهدی الیک نسیمها علی مفرق الأرواح مسکاً و عنبراً
سداوتها من ناصع اللون ایض و لحمتها من فاقع اللون اصفرا
یلاحظ لحظاً من عیون ، کأنها نصوص من لیقوت کلن جوہراً ۲

ایک دفعہ ابن عبد ربہ کسی باغ میں موجود تھا تو اس کے حسن و مناظر کو دیکھ کر اس کی تعریف میں اشعار کہنے شروع کئے ، دریں اثنا اس کو اپنے ممدوح کی یاد آ گئی جس کو کہ اس باغ سے متصف کر کے ایک ہی ساتھ اشعار بیان کیا، ملاحظہ ہو:

و ماروضة بالحزن حالك لها الندی بروداً من الموشی جمر الشقائق
یقیم الدجی اعناقها ، و یمیلها شعاع الدجی المتن فی کل مشارق
اذا ضاحکتها الشمس تبکی باعین مکلفة الأجفان صفر الحماق
حکت ارضها لون السماء ، وزانها نجوم کامثال النجوم الخوافق
باطیب نشر من خلایقک التی لها خضعت فی لحسن زهر لخلایق ۳

۱۔ العقد الفرید، ۴۲۳/۵

۲۔ ایضاً ۴۲۳/۵

۳۔ ایضاً ۴۲۳/۵

گھوڑے کے وصف میں ابن عبد ربہ اس انداز سے بیان کرتا ہے:

و مقربة يشقر في النفع كمتها و يخضر حيناً كلما بلّ الرشح

تطير بلا ريش الى كل صيحة و تسبح في البر الذي ما به سباح

ایک نوجوان شخص کی وصف نگاری ابن عبد ربہ نے جس انداز سے کی ہے، اس سے شاعر کی شاعرانہ صلاحیت و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، اور اس طرح کی وصف نگاری دوسرے شعراء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے:

أزف الرحيل فودعتني بقبلة أوحى الى جفونها بسلام

و تطلعت بين الحدوج، كأنها شمس تطلع في خلال غمام

و شكت بتاريخ الصبابة و الهوى بمدامع نطقت بغير كلام

كمهامة رمل قد تربعت الحمى بين الطبباء العفر والآرام

حتى اذا ضرب المضيف رواقه صانف بظلّ اراكة و بشام ۲

اسی طرح ایک دوسری جگہ اس طرح اظہار خیال کرتا ہے:

ذات دل، و شاحها قلق من ضمور، و حجلها شرق

بزّت الشمس نورها، حباها لحظ عينية شادف خرق

ذهب خدّھا يذوب حياء و سوى ذاك كله ورق ۳

ابن عبد ربہ اس نظم میں محبوبہ کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ تو ایسی ہے جو کہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے حاضر کرتی ہے، لیکن اس کے چہرہ سے قلق ظاہر ہوتا ہے دنیا کے دکھاتے کی

۱۔ العقد الفريد، ۲۰/۱

۲۔ يتيمة الدهر، ۹۱/۲

۳۔ العقد الفريد ۴۷۰/۵

خاطر اور وہ جہاں بھی بیٹھتی ہے اس کو روشن کر دیتی ہے، اس کے آگے کہتا ہے کہ اس کے گال سے تو شرم و حیا کا ظہور ہوتا ہے مگر اس کے چہرے سے تمام چیزیں ہویدائیں۔

ابن عبد ربہ موت کے بارے میں کہتا ہے:

من لی اذا جدت بین الأهل والولد وکان منی نحو الموت قیس یدی

والدمع یهمل والأنفاس صاعدة فللمع فی صعب ولنفس فی صعب

ذاک القضاء الذی لا شیء یصرفه حتی یفرق بین الروح والجسد

ابن عبد ربہ اس شعر میں موت کے عالم کی وصف نگاری کر رہا ہے کہ جس وقت کسی انسان کو موت آ پہنچتی ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب دنیا سے رخصت ہو جائیگا، باوجودیکہ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہوتا ہے، سارے کنبہ کے لوگ اس کے قریب ہوتے ہیں، ہر طرف آنسو بہتے رہتے ہیں، ہر ایک کے اوپر غم چھایا ہوتا ہے، پھر بھی کوئی شخص اس آدمی کو موت کے چنگل سے نہیں چھڑا سکتا، کیونکہ یہ تو قضائے الہی ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔

ایک جگہ ابن عبد ربہ جوانی اور صحت کے بارے میں اس طرح گویا ہے:

ولّی الشباب و کنت تسکن ظلّه فانظر لنفسک أیّ ظل تسکن

ونہی المشیب عن الصبا لو أنه یدلی نجبتہ لی من یلقن ۲

مزید جوانی کے بارے میں کہتا ہے:

شبابی کیف صرت لی نفاذ وبدلت البیاض من السواد

وما أبقی الحوادث منک الا کما أبقت من القمر الذی ادى

فراقک عرف الا حزان قلبی و فرّق بین جفّی والرقاد

فیالنعیم عیش قد تولی ویالعلیل حزن مستفاد
 کأنی منک لم اربع بربع و لم أرتد به أحلی مراد
 شیر کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

ولرب خانقة النوائب قد غرقت معقورة بلوائه المنصور
 یرمی بها الآفاق کل شرنیث کفاه غیر مقلم الأظفور
 لیث تطیر له القلوب مخافة من بین همهمة له وزئیر
 و کأنا یومی لیک بطرفه عن جمرتین بمجلد منقور^۱

چونکہ اندلس کی سرزمین ایک حسین و جمیل جزیرہ کی سرزمین ہے، شاعر نے اپنے احساسات سے اس کی وصف نگاری کا قدرتی فرض ادا کیا ہے، یہ قدرتی حسن اس کے دریاؤں، اس کے باغات، اس کے چشموں اور اس کی فضاؤں سے ظاہر ہے۔ اس نے اپنا تاثر وصف نگاری کے ذریعہ ظاہر کیا، ابن عبد ربہ ایک بڑا وصف نگار شاعر ہے، اس نے موقع محل کے لحاظ سے نہ صرف قدرت کی وصف نگاری کی ہے بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے کہ کبھی غم کی وصف نگاری کی ہے، کبھی خوشی کو پیش کیا ہے، کبھی سفر کی کیفیات کو بیان کیا اور زندگی کے متنوع اور مختلف پہلوؤں کو اپنی وصف نگار سے واضح کیا ہے، ہمارے اس بیان کی تصدیق ان اشعار سے ہوتی ہے جو ہم نے اس موضوع پر پیش کی ہیں۔

متفرقات:

ابن عبد ربہ کے شعری سرمایہ کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ اس کے بعض اشعار ایسے

۱۔ العقد الفرید، ۲۸/۳

۲۔ ایضاً ۳۷۴/۵

بھی ہیں جن کو مروجہ اصناف میں شامل نہیں کیا جاسکتا، اس لیے چند اشعار جو مختلف چیزوں سے متعلق ہیں الگ سے بیان کیا جا رہا ہے، مال کی فضیلت کو اس طرح بیان کیا:

دعنی أصدن حرّ وجهی عن اذا لته وان تغربت علی لہلی وعن ولدی

قالوا نأیت عن الأخوان قلت لهم ملی أخ غیر ما تطوی علیہ یدی

خضاب کے متعلق کہتا ہے کہ جس کے لگانے سے آدمی کے اندر جوانی کی کشش اور بوڑھا پے سے الگ ہونے کی کوشش ہوتی ہے، حالانکہ یہ ڈھنی فتور ہے ورنہ بال سے آدمی کی پہچان نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے:

أصمّ فی الغرابة أم أنا با وشیب الرأس قد أفضی الشبابة

اذا نصل الخضاب بکی علیہ ویضحک کلما وصل الخضابا

کأنما حمامة بیضاء عطلّت تقا تل فی مفارقه غرابا

ابن عبد ربہ مکارم اخلاق کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ ایک ایسی صفت ہے جس سے انسان تا قیامت پہچانا جاتا ہے اور اس سے انسان کا نام روشن رہتا ہے، کیونکہ زمانہ تو ایسا ہے جو کسی کو بھی نہیں چھوڑتا، اور زندگی تو کھیتی ہے، جیسا چاہے انسان کھیتی کرے، اس لیے کہ جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔ اور انسان تو دنیا میں باقی نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن موت اپنی آغوش میں لے لیگی، لیکن اس کے کارنامے، اس کے عمدہ اخلاق اور اوصاف حمیدہ باقی رہنے والے ہیں جس سے انسان کی قدر ہوتی ہے اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد بھی۔ اس کو شاعر نے اپنے انداز سے اس طرح بیان کیا:

أما زمانک منك أجدد

یا من تجدد للزمان

سَلَّطَ نَهَاكَ عَلَى هَوَا
كَ وَعَدَّ يَوْمَكَ لَيْسَ مِنْ غَدِ
ان الحَيَاةَ مَزَارِعَ
فَاَزْرَعْ بِهَا مَا شِئْتَ تَحْصِدْ
وَالنَّاسَ لَا يَبْقَى سِوَى
آثَارِهِمْ وَالْعَيْنُ تَفْقَدُ
أَوْ مَا سَمِعْتَ بِمَنْ مَضَى
هَذَا يَذْمُ وَذَاكَ يَحْمَدُ
وَالْمَالُ إِنْ أَصْلَحَتْهُ
يَصْلَحُ وَإِنْ أَفْسَدَتْ يَفْسُدُ
شاعر عذر کے بارے میں اس طرح خیال پیش کرتا ہے:

عَنِيْرِي مِنْ طَوْلِ الْبِكَا لَوْعَةِ الْأَسَى
وَلَيْسَ لِمَنْ لَا يَقْبَلُ الْعُزْرَ مِنْ عُنْرٍ
اس کے آگے کہتا ہے:
فَهَبْنِي مَسِيئًا كَالَّذِي قَلْتُ ظَالِمًا
فَعَفُوْ جَمِيْلٍ كَيْ يَكُوْنَ لَكَ الْفَضْلُ
فَإِنْ لَكَ أَكُنْ لِلْعَفْوِ عِنْدَكَ لِلَّذِي
أَتَيْتُ بِهِ أَهْلًا فَانْتَ لَهُ أَهْلٌ ۲
ابن عبد ربہ لوگوں سے محبت کے بارے میں یوں گویا ہے:

وَجْهٌ عَلَيْهِ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينَةٌ
وَمَحَبَّةٌ تَجْرِي مَعَ الْإِنْفَاسِ
وَإِذَا أَحَبَّ اللَّهُ يَوْمًا عَبْدَهُ
أَلْقَى عَلَيْهِ مَحَبَّةَ لِلنَّاسِ ۳
نفع اور نقصان کے بارے میں اس نے اپنے خیال کو اس طرح پیش کیا ہے:

مَنْ يَرْتَجِي غَيْرَكَ أَوْ يَتَّقِي
وَفِي يَدِكَ الْجُودُ وَالْبَاسُ
مَا عَشْتُ عَاشَ النَّاسُ فِي نِعْمَةٍ
وَإِنْ تَحْتَ مَاتَ بِكَ النَّاسُ ۴

۱۔ العقد الفريد، ۲۳۳/۱

۲۔ ایضاً ۱۴۳/۲

۳۔ ایضاً ۳۱۵-۱۶/۲

۴۔ ایضاً ۳۱۲/۳

ابن عبد ربہ ایک فطری شاعر تھا، اس کے اشعار زندگی کے مختلف پہلوؤں کا ترجمان ہے، اس نے فکر و نظر کو جلا بخشی ہے، اس نے گہرائی سے انسانی زندگی کے نشیب و فراز کا مطالعہ کیا ہے، اس نے فکر و فن کے جوہر دکھائے ہیں، اس نے انسانی زندگی کو اپنے اشعار میں مصور کیا ہے، اس نے اس کش مکش کو پیش کیا ہے جو انسانی زندگی میں جاری و ساری ہے، اس نے براہ راست بادشاہوں کے سایہ میں زندگی بسر کی اس لیے اس نے ان واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جو اس کو بادشاہوں کے ساتھ پیش آئی ہیں، اس کی شاعری میں ان واقعات کا بھی ذکر ہے جو انسانی معاملات سے متعلق ہیں۔

اصلاً وہ بڑا شاعر ہے، اس نے زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات کو چاہے بادشاہ کے ساتھ پیش آئے ہوں یا دوستوں اور محبوبوں کے ساتھ، تمام کو شاعری کے انداز میں پیش کی ہیں، وہ فکر و نظر کا شاعر ہے، وہ روایتوں سے نہیں کھیلتا، وہ جھوٹی غزل پر اکتفا نہیں کرتا، وہ سماجی جلوے دکھاتا ہے، وہ صداقت پسند شاعر ہے، اور وہ اپنی زندگی کے واقعات کو اشعار میں مصور کرتا ہے۔

اس کے اشعار کبھی بیٹے کی موت پر اس طرح مصور ہو جاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی موت سامنے ہے، اور کبھی بادشاہ سے ناراض ہو کر اس کی ہجو کر ڈالتا ہے، اور کبھی بادشاہ سے خوش ہو کر اس کی مدح کرتا ہے، اور شاعرانہ احساسات سے اپنی شاعری کو مصور و منور کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ اتنے خوبصورت اشعار کہنے والے کو عربوں نے وہ مقام نہیں دیا جو ملنا چاہیے۔

باب سوم
العقد الفرید۔ ایک مختصر جائزہ

العقد الفرید ایک ایسی معروف و مشہور کتاب ہے جو متنوع ادبی اور علمی معلومات پر مشتمل ہے اور جگہ جگہ موقع کی مناسبت سے اپنے اشعار کے علاوہ دیگر شعراء کے اشعار پیش کئے ہیں۔ اور اس کی سب سے اہم خصوصیات اس کی جامعیت ہے، مختلف ادبی موضوعات کو مصنف نے بڑے دلکش انداز میں پیش کیا ہے، ساتھ ہی ساتھ قرآن و حدیث، فقہ، علم تاریخ اور دوسرے موضوعات پر بھی مصنف نے اظہار خیال کیا ہے، اس کی ایک عظمت یہ ہے کہ اس نے پوری کتاب میں اپنے خطبات کے ذریعہ سے ایک ربط قائم کیا ہے۔ اس سے مصنف کی فکری تنظیم و ترتیب کا اندازہ ہوتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ذہن میں ایک خاکہ بنالیا تھا اور اس میں رنگ بھرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا اسی لحاظ سے یہ کتاب افراط و تفریط سے پاک ہے، العقد الفرید کے موضوعات پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں کے تہذیبی اور ادبی ذخائر کا بالاستیعاب جائزہ لیا گیا، اسی بنا پر کتاب ضخامت کے ساتھ ساتھ مدینۃ العلوم بن گئی۔

گزشتہ باب میں اس کے اشعار پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ اصلاً کتاب میں ایک جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ پوری کتاب میں ستاروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں، مناسب ہے کہ کتاب کی عظمت کو منظر عام پر لانے کے لئے اس کے اشعار سے بحث کی جائے تاکہ بحیثیت فنکار اور شاعر اس کی عظمت سامنے آ سکے۔ اس باب کے بعد مناسب ہے کہ اس کتاب کا ایک جامع تحلیلی جائزہ پیش کیا جائے جس سے اس کتاب کی خصوصیت عیاں ہو جائے۔ اس جائزہ میں کتاب کے تمام پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔ اس جائزے سے کتاب کی انفرادیت و اہمیت اور خصائص

کی ایک جھلک منظر عام پر آ جائے گی۔

نام کتاب :-

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کا نام ”العقد الفرید“ رکھا تھا، لیکن معاصرین اور بعض قدیم ادباء نے ”العقد“ کے ساتھ ”الفرید“ کا اضافہ کر دیا تھا۔^۱ ”العقد“ سے متعلق روایات کی روشنی میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مصنف نے کتاب کا نام ”العقد“ خود ہی رکھا تھا۔ اور ”الفرید“ کا اضافہ اہل علم کی جانب سے ہے۔ ان اقوال و روایات کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے جس کو جبرائیل جبور نے اپنی کتاب ”ابن عبد ربہ وعقده“ میں جمع کر دی ہیں۔ وہ اس طرح ہیں:

”ابن عبد ربہ نے ایک کتاب ترتیب دی جس کا نام ”العقد“ رکھا تھا“۔^۲ ”ابن عبد ربہ کی سب سے مشہور کتاب ”العقد“ ہے جس کو لغزشوں سے محفوظ رکھا“،^۳ ”ابن عبد ربہ کی ”العقد“ کے مصنف ہیں“۔ ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں ”مجھے خبر ملی کہ صاحب ابن عباد جب کتاب ”العقد“ کے متعلق سنا“،^۴ ”احمد بن محمد عبد ربہ شاعر جو کہ ”العقد“ کے مصنف ہیں“۔^۵ ”ابن عبد ربہ نے ”العقد“ کے نام سے کتاب مرتب کی جو کہ فائدہ بخش کتب میں سے ہے“۔^۶ ”ابن المقری اکثر ابن عبد ربہ کو صاحب العقد کے نام سے پکارتا تھا“۔^۷ ابن حزم

۱۔ العقد الفرید، ۴/۱

۲۔ بغیۃ الملتبس، ص ۱۳۷

۳۔ مطمح الانفس، ص ۵۱

۴۔ معجم الادباء، ۶۷/۲

۵۔ طبقات الامم، ص ۷۹

۶۔ وفيات الاعیان، ۴۵/۱

۷۔ نفع الطیب، ۲۶۷/۲

الاندلسی (۹۹۴-۱۰۶۴ء) نے کہا کہ اہل علم حضرات نے ابن عبد ربہ کے دیوان کا مطالعہ کیا تھا جس کو کہ ”العقد“ کے نام سے موسوم کیا تھا“۔ ۱۔ ابن خلدون موشحات کے تحت بحث کرتے ہوئے ابن عبد ربہ کو صاحب العقد کے نام سے ذکر کرتا ہے۔

بعض ناقدین کے قول کے مطابق ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کا نام ”العقد الفرید“ رکھا تھا۔ دلیل میں یہ روایت پیش کی کہ ہم لوگوں نے ابن عبد ربہ کی کتاب ”العقد الفرید“ سے اکثر روایات نقل کی ہیں اور اور امید کرتے ہیں کہ ہر اہل علم کو اس کے مطالعہ کی ضرورت پڑے گی۔ لیکن کوئی ایسی واضح اور روشن دلیل نہیں ملتی جس سے پتہ چل سکے کہ ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کا نام ”العقد الفرید“ رکھا تھا۔

ابن عبد ربہ کے ایک قلمی نسخہ کا ذکر کرتے ہوئے حاجی خلیفہ (۱۶۰۹-۱۶۵۷ء) نے بتایا کہ اس میں صرف ”العقد“ کا ذکر ہے نہ کہ ”الفرید“ کا اور بطور شہادت یہ روایات نقل کیں ”میں نے یہ کتاب تالیف کی اور ادب کے جواہرات سے نادر چیزوں کا انتخاب کیا اور مسجع کلام کو، جس کا نام ”العقد“ رکھا۔ ۲

مذکورہ تمام مباحث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مصنف نے اپنی کتاب کا نام ”العقد“ ہی رکھا ہوگا۔ صرف چند اقوال ایسے ملتے ہیں جن سے واضح ہے کہ مصنف نے کتاب کا نام ”العقد الفرید“ رکھا تھا۔ لیکن یہ خیال دلائل سے کوسوں دور ہے۔ کتاب پر تبصرہ:-

ابن عبد ربہ کا ”العقد“ کی تصنیف سے بنیادی مقصد یہ تھا کہ مشرقی علوم و ادب کا

۱۔ ابن خلدون: مقدمہ ابن خلدون، بیروت۔ ص ۵۴

۲۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون، ص ۱۵۴۳



ذخیرہ مغرب کے اہل علم کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن صاحب ابن عباد نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو خلاف توقع اسے مشرق سے مربوط اور قریب تر پایا اسی لئے قرآن کریم کی یہ آیت بطور مثال مشہور ہوئی ”ہذہ بضاعتنا ردت الینا“ کہ ہماری ہی پونجی ہے جو ہمیں لوٹا دی گئی ہے۔ لیکن اس تمام قضیہ کے باوجود یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہئے کہ ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کو انسائیکلو پیڈیا کے طرز پر ترتیب دیا ہے، اور اسے اندلس کی تاریخ، خود اپنے اور دوسرے شعراء مثلاً عباس بن قریانس اور مومن بن سعید کے کلام سے آراستہ کیا ہے۔ ۱

عہد عباسی کے مشہور ادیب اور ناقد ابن قتیبہ کی طرح ابن عبد ربہ کی بھی یہ آرزو تھی کہ اس کی کتاب کنہگی اور قدامت کے اثرات سے محفوظ ہو۔ عام قاری اس سے مستفید ہوں اور حالت سفر و حضر میں حزر جان بن جائے۔ اسی کے پیش نظر اس نے ایک طرف حتی الامکان ایجاز و اختصار سے کام لیا، روایات و حکایات کی اسناد کو حذف کر دیا، موضوعات کی تکرار سے انحراف کیا۔ اور دوسری طرف لطائف و قصص حتی کہ مزاح آمیز اور غیر مناسب تعبیرات کے ذکر سے بھی گریز نہیں کیا۔ ۲

اس کتاب کا شمار عربی ادب کی بنیادی اور اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ جو آج تک اہل علم و دانش کا مرجع و مصدر بنی ہوئی ہے۔ جس میں بہت سی بکھری ہوئی مفید باتیں، منتشر مسائل، متفرق واقعات و حوادث، انساب و امثال اور اشعار حتی کہ طب اور موسیقی کے متعلق بھی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں علم العروض، علم الالجان، علم الابدان اور علم التواریخ۔ جاہلی دور کے واقعات، انساب اور پڑوسیوں کے ساتھ حادثات کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے۔ ۳

۱۔ معجم الادباء، ۲/۲۱۵

۲۔ دائرہ معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۱/۲

۳۔ معجم الادباء، ۲/۲۱۵

اس کتاب نے ابن عبد ربہ کو شہرت و عظمت کا درخشندہ ستارہ بنادیا اور ہر طرف اس کی علمیت و قابلیت، وسعت معلومات، زور انشاء اور فصاحت و بلاغت کا چرچا ہونے لگا۔ ایک قول کے مطابق ”ابو عمر کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا، دیانت اور پاکیزہ نفسی کے باوصف ادب میں اس کو مکمل عظمت و شہرت حاصل تھی، لیل و نہار اس کے موافق تھے، علم کی ولایتوں میں اس کے نام کا سکہ چلتا تھا اور فنون و فضائل میں اس کا عام چرچا تھا“۔ ۱

ابن عبد ربہ نے کتاب کے ہر باب کو ہیرے کے نام سے موسوم کیا، اور کتاب کو پچیس حصوں یعنی پچیس ہیروں میں منقسم کیا ہے۔ ان میں سب سے قیمتی ہار ”الوسطی“ ہے جو کتاب کے درمیان میں واقع ہے۔ ۲

ابن عبد ربہ نے کتاب کی ترتیب و تبویب میں ایک مدت طویل صرف کی ہے، اور اس کی ترتیب میں اسے جو مشکلات پیش آئیں اس کا اظہار یوں کیا ہے ”کلام کا انتخاب مستقل تالیف سے زیادہ دشوار ہے“۔

ابن عبد ربہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اس کا انتخاب عام سطح سے بلند ہو اور علمی و ادبی لحاظ سے ارفع ہو تا کہ اہل علم اسے عامیانہ اور سوقیانہ کام تصور نہ کریں۔ غالباً انتخاب نو اور میں اس کے سامنے افلاطون کا یہ نظریہ بھی تھا: ”اہل علم کی ذہانت و فراست، ان کے اقلام اور ان کی تحریروں سے عبارت ہے۔ اور اس کے حسن انتخاب میں وہ نمایاں ہوتی ہیں“۔ ۳ گویا کہ ابن عبد ربہ نے تمام معلومات کا انتخاب قرآن کریم کی مندرجہ آیت:

الَّذِينَ يَسْتَمْعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشارت دے دو

۱۔ معجم الادباء، ۲/۲۱۵

۲۔ مناهج التالیف، ص ۳۰۳

۳۔ العقد الفرید، ۱ (مقدمہ)

میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے

سننے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی

پیروی کرتے ہیں۔

کے مطابق رطب و یابس کو چھوڑ کر ہر عالم کے عمدہ کلام کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔

اس عمدہ انتخاب اور حسن ترتیب نے اہل علم کو اس کا مداح بنادیا اور اسے اس کی کتاب ہی شہرت دوام بخشی، ادب عربی ابن عبد ربہ کا ممنون ہے کہ اس نے بیش بہا ہار پیش کر کے عربی ادب کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ہر دور کے علما اور ادباء اسے عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

ابن عبد ربہ کتاب کی ترتیب کے بارے میں رطب اللسان ہیں: ”میں نے یہ کتاب یعنی ”العقد“ تالیف کی اور اس میں ادب کے جواہرات میں سے عمدہ جوہروں کا انتخاب کیا، اور مسجع و مقفی کلام کو پیش کیا، تو گویا کہ یہ جوہر اور کلام کا لب لباب ہے۔ اور اس میں عمدہ اختصار کے ساتھ واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ اور ہر باب کے آغاز میں ایک تمہید باندھی گئی ہے، اور اس میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے وہ علماء، حکماء اور ادباء کے اقوال سے روایات کی گئی ہیں، اور کلام کا انتخاب تالیف کرنے سے زیادہ مشکل ہے“۔^۱ پھر کہتا ہے کہ ”میں نے کچھ نادر و نایاب چیزوں کا انتخاب کیا اور مشکل معانی کو اور ادب کے مختلف اقسام کو تلاش کیا اور ہر ایک کو باب کے تحت نقل کیا“، اس کے بعد یوں گویا ہے کہ ”اختصار کی غرض سے میں نے اسناد کو حذف کر دیا اور کلام کی طوالت و ثقالت کی وجہ سے بھی۔ اس لئے کہ نفع بخش خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ جس میں سند کے حذف کرنے یا سند کے ذکر کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا“۔^۲

۱۔ العقد الفرید، ۲/۱

۲۔ ایضاً ۳/۱

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ ”ابن عبد ربہ نے سند کو حدیث کی سند حذف کی اتباع میں کیا ہے، کیونکہ جس طرح حدیث کی لطافت و چاشنی اس کی لمبی سند کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اسی طرح کسی روایات کو زیادہ طویل کرنے سے ادباء اور علماء اسے اجتناب کرنے لگتے ہیں“۔^۱

آخر میں ابن عبد ربہ رقم طراز ہیں: ”کہ میں نے بعض عربی ادب کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ نہ تو ادب کے تمام موضوعات کو اس میں نقل کیے گئے ہیں اور نہ ہی تمام روایات کو جمع کیا گیا ہے اس لیے میں نے ”العقد“ کو جامع، کافی اور شافی بنانے کی کوشش کی ہے، اور ان تمام روایات کو جس کو ہر خاص و عام ادیب نے روایت کی ہے نقل کر دی ہے، نیز بادشاہوں کے کلام کو بھی نقل کرنے کی کوشش کی ہے، اور ہر باب کو اپنے اشعار کے علاوہ دوسرے شعراء کے اشعار سے مزین کیا ہے۔ تاکہ اہل علم و ادب کو اس بات کا احساس ہو کہ باوجود اندلسی شاعر ہونے کے عرب شعراء کے انداز پر شاعری کی ہے، اور پتہ چل سکے کہ اہل اندلس کو نثر کے علاوہ نظم پر بھی عبور تھا“۔^۲

یہ کتاب پچیس ابواب پر مشتمل ہے، اور ہر باب کے دو حصے ہیں، اس طرح پچاس اجزاء پر کتاب محیط ہے۔ اور ہر باب ”ہار“ کے ”جوہر“ کے نام سے موسوم ہے۔ ابواب کی فہرست مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ کتاب اللؤلؤة فی السلطان

۲۔ کتاب الفریدة فی الحروب ومدار أمرها

۳۔ کتاب الزبرجدة فی الأجواد والأصفاد

۴۔ کتاب الجمانة فی الوفود

۱۔ مصادر التراث العربی، ص ۱۱۱

۲۔ العقد الفرید، ۴/۱

- ٥- كتاب المرجانة فى مخاطبة الملوك
- ٦- كتاب الياقوتة فى العلم والأدب
- ٧- كتاب الجوهرة فى الأمثال
- ٨- كتاب الزمردة فى المواعظ والزهد
- ٩- كتاب الدرة فى التعازى والمراثى
- ١٠- كتاب اليتيمة فى النسب وفضائل العرب
- ١١- كتاب المسجدة فى كلام الأعراب
- ١٢- كتاب المجنبه فى الأجوبة
- ١٣- كتاب الواسطة فى الخطب
- ١٤- كتاب المجنبه الثانية فى التوقيعات والفصول والصدور
واخبار الكتبة-
- ١٥- كتاب المسجدة الثانية فى الخلفاء وتواريخهم وأيامهم
- ١٦- كتاب اليتيمة الثانية فى أخبار زياد والحجاج والطالبين
والبرامكة-
- ١٧- كتاب الدرة الثانية فى أيام العرب ووقائعهم
- ١٨- كتاب الزمردة الثانية فى فضائل الشعر ومقاطعته ومخارجة
- ١٩- كتاب الجوهرة الثانية فى أعاريض الشعر وعلل القوافى
- ٢٠- كتاب الياقوتة الثانية فى علم الألحان واختلاف الناس فيه
- ٢١- كتاب المرجانة الثانية فى النساء وصفاتهم

۲۲۔ کتاب الجمانة الثانية فى المتبتئين والممرورين والبخلاء والطفليين۔

۲۳۔ كتاب الزبرجدة الثانية فى بيان طبائع الانسان وسائر

الحيوان وتفاضل البلدان۔

۲۴۔ كتاب الفريدة الثانية فى الطعام والشراب

۲۵۔ كتاب اللؤلؤة الثانية فى النفط والهدايا والفكابات والمُلع

البواب کتاب کا ایک جائزہ درج ذیل سطور میں پیش کیا جائیگا جس سے اندازہ کیا جاسکتا

ہے کہ ”العقد الفرید“ اپنے مضامین و مباحث کے لحاظ سے منفرد مقام و مرتبہ کی حامل ہے:-

اشعر:

اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شاعری کے تمام اسناد پر روشنی ڈالی گئی ہے، قصائد

وقطعات کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے۔ یہ باب خاصا طویل ہے اسی باب میں ابن عبد ربہ نے

ایک باب ”فى اعاريض الشعروعلل القوافى“ ۱ کے نام سے قائم کیا ہے اور اس میں

عروض وقوافی کے مسائل نیز ان کے اقسام مع امثال نقل کیے ہیں۔ جس طرح خلیل احمد نحوی

(۷۱۸-۷۸۶ء) نے عروض وقوافی کے قواعد کو نقل کیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ عربی

ادب کا ہر طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہوگا خلیل نحوی کے بعد آج تک کسی نے اتنی

تفصیل سے عروض وقوافی پر بحث نہیں کی۔ اس لیے ”العقد الفرید“ فن عروض کے طلبہ کے لیے

بھی مرجع ہے، اگر کوئی طالب علم بغیر العقد الفرید کے مطالعہ کے علم العروض پر کام کرنا چاہے تو

یقیناً اس کا کام نامکمل ہوگا۔

ایک باب ”كتاب الفريدة فى الحروب ومدار امرها“ ۲ ہے، اس باب کو

۱۔ العقد الفرید، ۴۲۴/۵

۲۔ ایضاً ۹۳/۱

جنگ کے لیے مختص کر دیا، اور جنگ کے واقعات و حالات، جنگجو کے اخلاق و صفات، ان لوگوں سے مشورہ کرنے، ہتھیاروں سے لیس ہونے، جنگجوں میں گھوڑے کا استعمال، لشکر کی ترتیب، جنگی سیاست، مشہور گھوڑسوار اور شہسوار جو دور جاہلی اور اسلامی میں مشہور تھے تفصیلی بحث کی ہے۔ اس باب کے آخر میں ازرقہ کے جنگ، ان کی تواریخ اور جنگ کے دوران جوان لوگوں کی باتیں ہوئیں نقل کیا ہے۔ ابن عبد ربہ نے اس باب کو عظیم شعراء کے اشعار سے بھی مزین کیا ہے، صرف یہی نہیں کہ ان کے اشعار پر اکتفا کیا ہے بلکہ اپنے اشعار سے بھی کثرت سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً ”ومن قولنافی وصف الرمح“، ”ومن قولنافی وصف الفرس“ وغیرہ۔

۲۔ خطابت:

اس باب کے ضمن میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور دیگر خلفاء کے خطبات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بنی امیہ کے ہر ایک بادشاہ کے خطبات کو بالترتیب نقل کیا گیا ہے، اور بنی عباس کے خطبات کو بھی اس کتاب میں جگہ دی گئی ہے۔ پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، عبد اللہ بن زبیر اور مصعب بن زبیر وغیرہم کے خطبات کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور اس باب کو ”کتاب الواسطۃ“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور یہ باب تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔: ”خطب الخوارج“، ”خطب الزواج“ اور ”خطب الاعراب“ وغیرہ۔ ا

۳۔ کتابت:

اس باب کے ضمن میں ابن عبد ربہ نے کتابت، سامان قلم اور روشنائی وغیرہ کے متعلق بحث کی ہے۔ اور انسانی اوصاف حمیدہ سے اپنی کتاب کو مزین کیا۔ اس کے لئے ایک باب

”کتاب التوقيعات و الفصول“ کے نام سے نقل کیا۔^۱

۴۔ ادب:

العقد الفرید مختلف علوم و معارف کا خزانہ ہوتے ہوئے اپنی ادبی حیثیت کو برقرار رکھے ہوئے ہے، یہ مصنف کا ایک بہت بڑا علمی اعجاز ہے۔ اس نے ابتداء سے لیکر انتہا تک ادب کے مختلف موضوعات پر بحث کی ہے۔ اس کے لئے ابواب کا انتخاب کیا، مثلاً کتاب فصل السلطان، فصل الأجواد، فصل مخاطبة الملوك، فصل المواعظ والذهد، فصل التعازی و المراثی، فصل الخطب، فصل التوقيعات والصدور وغیرہ۔ اور ہر ایک باب میں قرآن و حدیث اور اشعار سے استدلال کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ علم و ادب کی اہمیت و خصوصیت کے لئے ایک باب ”کتاب الیاقوتۃ فی العلم والأدب“ کے نام سے نقل کیا، اور اس کے تحت علم و ادب پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔^۲

۵۔ تاریخ:

جس طرح اسلامی تاریخ کی کتابوں میں موضوعات کے مطابق بحث کی گئی ہے، اسی طرح ابن عبد ربہ نے بھی ”العقد الفرید“ میں تاریخ اسلام کو موضوع بنایا اور ہر ایک موضوع کے ضمن میں روشنی ڈالی۔ مصنف نے اس باب کے لئے جو فصول قائم کی ہیں، وہ اس طرح ہیں:-
کتاب اللؤلؤ فی السلطان - ۳ اس باب میں مصنف نے بادشاہ کی ضرورت، اس کے حقوق، اس کی نصیحت کی پیروی اور حکم کی فرمانروائی، اس کی رعیت کے حقوق کے درمیان عدل و

۱۔ العقد الفرید، ۱۵۵/۴

۲۔ ایضاً ۲۰۶/۲

۳۔ ایضاً ۷/۱

انصاف و اصلاح کار کی اتباع، وزراء، قضاة اور گورنر کی طرف سے مدد، اور اس کے اخلاق و کردار کے متعلق اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ بادشاہ کے علاوہ اس کے مددگار حکام پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ نیز منصب پر فائز ہونے کے لئے حکومت میں اختلاف و انتشار سے متعلق روایات نقل کی گئی ہیں۔

”کتاب الجمانة فى الوفود“ ۱۔ اس باب کے ذیل میں مصنف نے پچاس سے زائد وفود کا تذکرہ کیا ہے، جو وفود عرب سے جماعت کی شکل میں یا فرداً فرداً آئے تھے۔ جاہلی دور میں کسری کے پاس فارس اور حیرہ و یمن سے آنے والے وفود کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے عہد عباسی تک کے وفود کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح وفود کی اغراض، صفات، خیالات، اقدار اور وفود سے متعلق روایات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ”کتاب العسجدۃ الثانية فى الخلفاء و تواریخهم و ایامهم“ ۲۔ ”کتاب الیتیمۃ الثانية فى اخبار زیاد و الحجاج و الطالبین و البرامکة“، ۳۔ ”کتاب الدرۃ الثانية فى ایام العرب و وقائعهم“، ۴۔ یہ تمام فصول تاریخی سچ پر ترتیب دی گئی ہیں۔

تعجب خیز امر یہ ہے کہ مصنف مشرق کی تاریخ کے متعلق تو بحث کی مگر اپنے ملک اندلس کے امراء اور خلفاء کے واقعات کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ بہت سے اندلسی امراء اور خلفاء اس کے عہد میں موجود تھے جن کی دنیا میں ایک تاریخی حیثیت ہے، مثلاً عبد الرحمن بن معاویہ، عبد الرحمن

۱۔ العقد الفرید، ۳/۲

۲۔ ایضاً ۲۴۹/۴

۳۔ ایضاً ۳/۵

۴۔ ایضاً ۱۳۲/۵

بن محمد اور عبد الرحمن الناصر، صرف ایک خلیفہ عبد الرحمن الناصر کے لئے جو ار جوزه نظم کیا تھا اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ جبکہ کثرت سے دوسری تاریخ کی کتب میں وفود کے آمد و رفت کا تذکرہ موجود ہے۔ اور خلیفہ عبد الناصر کے تحت نشیں ہونے کے بعد مشرق کے تمام علاقوں سے وفود کے آمد و رفت کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری تھا۔ لیکن ابن عبد ربہ نے ان تمام خلفاء کا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا۔ اور نہ اس کی کوئی دلیل واضح طور پر موجود ہے کہ کیوں اس نے ان خلفاء کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی اہل علم و ادب نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۶۔ انساب :

ابن عبد ربہ نے عربوں کے انساب و امثال کے بارے میں خاصی روشنی ڈالی ہے، جس کی وجہ بعض اہل علم و فن اسے سیرت نگار کی حیثیت سے بھی یاد کرتے ہیں۔ عربوں کے تعلق سے ایک باب ”كتاب الجوهرۃ“ قائم کیا ہے، اور مختلف حوالوں سے اس باب کو با وزن بنایا ہے۔ اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصہ میں شعر و بلاغت پر بحث کی گئی اور دوسرے حصہ کے لئے مستقل ایک باب ”كتاب الیتیمۃ“ کو ترتیب دیا گیا، جس کو کہ عربوں کے انساب اور فضائل کے باب میں مختص کر دیا گیا، اس باب کے ضمن میں دو سو سے زائد قبائل کے نام، ان کے علاقوں اور ان کے گھروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح عرب کے کلام کے متعلق ایک باب ”كتاب المسجدة“ ترتیب دیا گیا۔ جس میں عربوں کے احوال و کوائف کو نقل کیا گیا۔ مزید اس موضوع کے تحت ایک باب ”كتاب الدرۃ الثانیۃ فی ایام العرب و وقائعہم“ کو نقل کیا، جس میں عربوں کے انساب، ان کی جنگی احوال، ان کی تہذیب و ثقافت اور طرز ادب کے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

۷۔ زہد:

ابن عبد ربہ جو کہ جوانی میں عشق و مستی کی طرف مائل تھا، لیکن آخری ایام میں زہد کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی شاعری کا ایک حصہ زہد یہ شاعری سے وابستہ ہو گیا اور اس موضوع کو اپنی کتاب میں بھی پیش کیا۔ اور اس کے لئے مستقل ایک باب ”کتاب الامثال“ ۱ قائم کیا۔ اور اشعار کے توسط سے مکارم اخلاق اور قرابت داری کو پیش کیا ہے۔

اس کے بعد ایک باب ”کتاب التعازی والمراثی“ ۲ کے عنوان سے قائم کیا گیا جس میں غم و اندوہ کے وقت لوگوں کو کیسے خوش کیا جائے، اس سے اخوت و بھائی چارگی کا اظہار کیسے کیا جائے، نیز اس کے غم میں کیسے شریک ہو جائے انہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۸۔ موسیقی:

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں قاری کی حتی الامکان رعایت کی ہے، اور اس کی دلجوئی اور دل لگی کے لئے تین ابواب قائم کئے ہیں۔ جو اس طرح ہیں: ”کتاب الیاقوتۃ الثانیة“ ۳ اس میں اصوات کے حسن و جمال اور اس کی چاشنی پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلام کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا باب ”کتاب الجمانة الثانیة“ ۴ ہے، اس باب میں مصنف نے بخلاء اور بچوں کے احوال پر روشنی ڈالی ہے، اور ان لوگوں کے سلوک و حوادث پر بھی اشارہ کیا ہے۔ تیسرا باب ”کتاب الفكاهة والملح“ ۵ ہے، یہ کتاب کا آخری باب ہے، اس باب میں مضحکہ خیز

۱۔ العقد الفريد، ۱۳۲/۵

۲۔ ایضاً ۶۳/۳

۳۔ ایضاً ۲۲۸/۳

۴۔ ایضاً ۳/۶

۵۔ ایضاً ۱۴۳/۶

خبریں بیان کی گئی ہیں۔

اسباب تالیف

العقد الفرید کی وجہ تالیف کتاب کے مقدمہ سے ظاہر ہے، کہ محض اشاعت علم کی خاطر اسکی تالیف عمل میں آئی، بقول مصنف ”کچھ قدیم مؤرخین نے کتابیں ترتیب دیں، جن میں مختلف موضوعات پر بحث کی گئی تھیں، جن سے مجھے بھی فائدہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اور دوران مطالعہ جو چیز پسند آئی اس کو نقل کرتا رہا، حتیٰ کہ ایک جامع کتاب مرتب ہوگئی جو کہ دوسرے ادباء کی کتب سے الگ ہیں“۔^۱

اصلیہ کتاب ابن قتیبہ کی کتاب ”عیون الاخبار“ کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔ اور ”العقد الفرید“ کے مندرجات، اس کی ترتیب و تدوین اور اس کے ابواب کے عناوین سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ابن قتیبہ کی کتاب ”عیون الاخبار“ کے زیر اثر ہیں۔ جو ایک زمانہ میں ادب کا دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ کتاب ابن قتیبہ کے ایک اندلسی شاگرد قاسم بن اصغ کے ہاتھوں قرطبہ پہنچی، وہاں اس کا شایان شان استقبال ہوا اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس کتاب کو دیکھ کر ابن عبد ربہ کو یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ بھی ابن قتیبہ کی ”عیون الاخبار“ جیسی کتاب تصنیف کرے گا۔ لہذا اس نے اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنایا اور ”العقد الفرید“ کے نام سے ایک عظیم کتاب تصنیف کی۔ اور ایک ایسی ادبی محفل میں جہاں اندلس کے تمام وزراء، حکام اور امراء کے علاوہ ادباء اور علماء موجود تھے۔ اندلس میں چونکہ ادبی محفلوں کا قیام معمولات میں شامل تھا۔ ابن عبد ربہ کی کتاب ”العقد الفرید“ اس ادبی محفل میں پیش کی گئی۔ تمام اہل علم و ادب اور امراء و حکام نے یک زبان ہو کر اس کتاب کو قبول کیا اور اس کی فصاحت و بلاغت اور زور انشاء کو تسلیم کیا۔ اور اس کتاب کو اندلس کے ادباء کے درمیان قبولیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔^۲

۱۔ العقد الفرید، ۴/۱

۲۔ دائرہ معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۱/۴

العقد الفرید کے زمانہ تالیف کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ابن عبد ربہ کے کچھ اشعار تو ایسے ہیں جو ۳۰۰ھ سے قبل کہے گئے تھے، اور خلیفہ عبد الرحمن الناصر کی شان میں کہے گئے ار جوزه ۳۱۰ھ کے بعد کے ہیں۔ چونکہ ۳۱۰ھ کے بعد ہی خلیفہ الناصر کو ”امیر المومنین“ کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ اس روایت سے واضح ہے کہ ”العقد الفرید“ کو ابن عبد ربہ نے عمر کے آخری ایام میں تصنیف کیا ہوگا۔ ۱

العقد الفرید کی ادبی اہمیت

بیشتر ادباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ”العقد الفرید“ یگانہ روزگار کتاب ہے، کتاب کے مباحث میں ادب کے تمام موضوعات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، یہ منہج دوسری کتابوں میں نہیں اپنایا گیا ہے۔ اس کتاب میں شعراء سے متعلقہ معلومات، واقعات و حوادث اور نوادر شعر کا تذکرہ وضاحت سے ملے گا۔ اسکے علاوہ خلفاء اور سلاطین کے حالات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ ۲

اہل اندلس نے عربی ادب کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اسے کوئی بھی ادب کا طالب علم انکار نہیں کر سکتا اندلس کی بیشار شخصیات نے عربی ادب کی تزئین و آرائش میں ناقابل فراموش اقدامات کئے ہیں۔ خصوصاً جاہلی شاعری پر اپنے خیالات پیش کئے اور اس کو سینہ بہ سینہ منتقل کر کے اس کی حفاظت کا سامان کیا اور اس دور کی فصاحت و بلاغت سے بھی مستفید ہوئے۔ ان میں سے ایک جماعت نے تصنیف و تالیف کے میدان میں طبع آزمائی کی۔ اور بہت سی ادبی کتابوں کو جمع کر کے کتاب کو ترتیب دینا شروع کیا۔ اسی صنف میں ابن عبد ربہ بھی تھا جس نے ”العقد الفرید“ کے نام سے ایک جامع کتاب مرتب کی، جس کو اندلس میں مرتب ہونے والی

۱۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۱۱۳

۲۔ دائرة المعارف : ۳۳۸/۳

کتابوں میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مشرق کے شعراء، خطباء اور نثر نگار کے حالات پر تبصرہ کیا اور ان لوگوں کے اقوال و افعال اور اس عہد کی نوادرات و ملاحات کو بھی جمع کئے ہیں جو اندلس کے کسی اور ادیب کی کتاب میں اس طرز پر مذکور نہیں ہیں۔ ۱۔
العقد الفرید کا شمار عربی ادب کی بنیادی کتابوں میں ہے، مصنف کو خود اس کی قدر و قیمت کا اندازہ تھا جس کی طرف مقدمہ کتاب میں اشارہ موجود ہے۔

ابن عبد ربہ نے کتاب کے ابواب میں ادبی پہلو کو سامنے رکھ کر بحث کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر ایک باب میں ادبی پہلو نمایاں ہے جس کا اندازہ اس کتاب کی ورق گردانی سے کیا جاسکتا ہے۔ جن ابواب میں ادب کا خاص خیال رکھا گیا ہے اس طرح ہیں: ”کتاب الاجواد، کتاب الوفود“، ”کتاب مخاطبة الملوك“، ”کتاب العلم والادب“، ”کتاب الامثال“، ”کتاب المواعظ والذهد“، ”کتاب التعازی و المراثی“، ”کتاب کلام الاعراب“، ”کتاب الخطب“، ”کتاب فضائل الشعر و مقاطعه و مخارجه“ اور ”کتاب الفكاهات و المُلح“ وغیرہ اس کے علاوہ عربوں کے ادب، تاریخی، اجتماعی اور موسیقی کو بھی موضوع بحث بنایا۔ ۲۔

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں جاہلی شعراء سے لیکر عہد عباسی تک کے دو سو شعراء کے کم و بیش دس ہزار اشعار نقل کئے ہیں۔ یہاں تمام شعراء کا تذکرہ ممکن نہیں اس لئے ہر دور کے نمائندہ شعراء کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ نابغہ، امرؤ القیس، طرفہ، الأشی، حسان بن ثابت، لبید بن ربیعہ، زہیر بن ابی سلمی، عنترہ، مہلبیل، عدی اور ابو ذؤیب وغیرہ۔ ان تمام شعراء کا شمار جاہلی دور کے ممتاز شعراء میں ہوتا ہے۔ جریر، اخطل، فرزدق، ابن ابی ربیعہ، جمیل، کثیر، ذوالرمہ،

۱۔ مصادر التراث العربی، ص ۲۳-۲۲

۲۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۹۰-۸۹

مجنون، الاحوص، وغیرہ ان تمام شعراء کا شمار عصر اموی کے نمایاں شعراء میں ہے۔ بشار بن برد، مروان بن ابی حفصہ، ابونواس، بکتری، ابوتمام، ابوالعتاہیہ اور مسلم بن الولید، ان تمام شعراء کا تعلق عہد عباسی سے ہے۔ ان شعراء کے علاوہ دوسرے شعراء بھی ہیں جن کو ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ اور ان کے علاوہ اپنے اشعار سے بھی استدلال کیا ہے۔ ۱۔

العقد الفرید کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ابن عبد ربہ کا میلان مزاح اور فکاہات کی طرف بھی تھا۔ شاید اسی مناسبت سے اس نے مزاح کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ جس کے آغاز میں وہ کہتا ہے کہ ”یہ انسانی طبیعت کی سیرگاہ، دبستگی کا سامان، لذت سماعت اور راحت و سرور کا خزانہ ہے، کیونکہ جب قلوب پڑمرہ ہو جاتے ہیں تو اندھے ہو جاتے ہیں، پھر اپنے اس قول کی تائید میں حدیث نقل کی ہے۔ ”روحوا القلب ساعة بعد ساعة“ وقفہ وقفہ قلب کو فرحت و تازگی بخشو۔ ۲۔

اس کے علاوہ بہت سی حکایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً دارۃ الجمل کا واقعہ، اور صریح الغوانی کا واقعہ، نیز الف لیلة ولیلة کے واقعہ کو بھی نقل کیا ہے۔

ابن عبد ربہ وہ منفرد شخص ہے، جس نے اپنی کتاب میں متعدد علوم و فنون کے ساتھ ساتھ مختلف ادوار کے قصے کہانیوں کو بھی موضوع بحث بنایا، لیکن ابن عبد ربہ کا بنیادی مقصد علمی اور ادبی مباحث تھے اور اس نے کتاب میں مختلف علوم و فنون جمع کرنے کی غرض بھی یہی بتائی ہے کہ وہ ایک ادیب کی حیثیت سے اس کتاب کو ادبی شہ پارہ بنانے کا خواہشمند ہے۔ اور اپنے اسی نظریہ کی تائید میں ابن قتیبہ کا یہ قول نقل کرتا ہے:

”جو شخص عالم بننے کا خواہشمند ہو اس کو ایک فن میں قدرت حاصل

۱۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۹۰

۲۔ العقد الفرید، ۳۷۹/۶

کرنی چاہیے ، اور جو شخص ادیب بننا چاہتا ہے وہ علوم میں مہارت حاصل کرے۔“ ۱۔

العقد الفرید اور دینی علوم

ابن عبد ربہ کا شمار جہاں شعراء اور ادباء کی فہرست میں ہوتا ہے وہیں اسے فقیہ کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس نے کتاب میں بہت سے علماء اور فضلاء کے اقوال و فتاویٰ بھی نقل کئے ہیں۔ اور بعض معاملات میں ائمہ کرام کے اختلافات کو بھی موضوع بحث بنایا ہے، مثلاً شراب کے متعلق ائمہ کرام کے اختلافات کو تفصیل سے ذکر کیا۔ اسی طرح نبیذ کے متعلق علماء کے اقوال نقل کئے۔ ۲۔

شراب کے متعلق ابن عبد ربہ کہتا ہے:-

”اور بہر حال اس کا فائدہ (یعنی شراب کا) جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے قول کی تائید میں اس طرح ذکر کیا ہے ”آپ سے لوگ شراب اور جو کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ یہ دونوں برائیاں گناہ عظیم کی حامل ہیں، مگر گناہ فوائد سے زیادہ ہیں۔ چند فوائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔ ”خون میں روانی لاتا، معدہ کو مضبوط کرتا، چستی پیدا کرتا اور زبان میں سلاست پیدا کرتا ہے، اس کو ضرورت کے مطابق استعمال کیا جائے ورنہ اس کا نفع نقصان میں بدل جاتا ہے“ ۳۔

۱۔ عیون الاخبار، ۱۰۹/۲

۲۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۹۶

۳۔ العقد الفرید، ۴۱۲/۳

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ احادیث کو مختلف مسائل میں بطور استدلال نقل کیا گیا ہے۔ بے شمار ائمہ متقدمین کے افکار و خیالات اور بعض مقامات پر قرآنی آیات کی تفاسیر بھی بیان کی گئی ہیں۔ اور جو بھی باب ”کتاب الیاقوتۃ فی العلم والادب“ کا مطالعہ کرے گا تو متقدمین میں سے چند نمایاں ائمہ کے اقوال و افکار اور ان کے خیالات کا ضرور علم ہوگا۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعود، امام اوزاعی، امام زہری، شیبانی، سفیان ثوری، سعید بن المسیب اور مالک بن انس وغیرہم جو فقہ کے طلبہ کے لئے کارآمد ہے۔ ۲

ابن عبد ربہ نے حدیث وفقہ سے استدلال کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی فقہی انداز میں بحث کی۔ جس سے یہ بات عیاں ہے کہ مصنف کو شعر و ادب کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ پر بھی قدرت حاصل تھی۔

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کے جن موضوعات پر فقہی انداز میں بحث کی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:- ”کتاب الجوہرۃ فی الامثال“، ۳ ”کتاب المواعظ والذہد“، ۴ ”کتاب فضائل الشعر“، ۵ اور ”کتاب الوفود“، ۶ یہ تمام ابواب فقہ سے متعلق نہیں ہیں لیکن اس کو فقہی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے ابن عبد ربہ کی فقہی بصیرت کا علم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ”العقد الفرید“ کو علوم دینیہ کے ایک اہم مآخذ کے اعتبار

۱۔ العقد الفرید، ۲۰۶/۲

۲۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۹۷

۳۔ العقد الفرید، ۶۳/۳

۴۔ ایضاً ۱۷۷/۳

۵۔ ایضاً ۲۶۹/۵

۶۔ ایضاً ۳/۲

سے بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ۱۔

تاریخی اہمیت

العقد الفرید کو متقدمین ادباء کی کتابوں میں اولین مرتبہ حاصل ہے، عربوں کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی تاریخ کے بارے میں اسے مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ بات آچکی ہے کہ اسے ترتیب و تبویب کے لحاظ سے قدیم مصادر میں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ جیسا کہ بعض متقدمین مثلاً اصمعی (۷۴۰-۸۳۱ء)، ابو عبیدہ، قسیمی (م ۱۰۵۸ء) اور شیبانی (۹۷۷-۱۰۱۰ء) وغیرہ کا خیال ہے۔ اور تیسری و چوتھی صدی ہجری کے اکثر تاریخی اور ادبی روایات کو کتاب میں نقل کیا گیا ہے، اس وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ ”العقد الفرید“ سے ان کتابوں کے بنسبت جو کہ قدیم مصادر کتب کی فہرست میں شامل ہیں فائدہ اٹھانا زیادہ موزوں ہے۔ ۲۔

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اموی خلفاء، عربوں کے ابتدائی حالات اور اموی حکمرانوں کے درمیان اختلافات کو بھی موضوع بحث بنایا، ایک تاریخ کے طالب علم کے لئے اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ بعض لوگوں کے قول کے مطابق ”العقد الفرید“ میں سیاست، اقتصادیات، اجتماعیات اور ادب کا تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ”کتاب الوفود“ ۳۔ میں مصنف نے عبد اللہ بن جعفر کے وفود کی خبر کو جس طریقہ سے تاریخی انداز میں بیان کی ہے اور ان کے اقتصادی اور اجتماعی حالات کو بھی ایک تاریخ نویس بھی اس نہج پر بیان نہیں کر سکتا، اسی طرح ”کتاب السلطان“ ۴۔ میں حضرت عمر فاروقؓ کی سیاست اور

۱۔ ابن عبد ربہ وعقدہ، ص ۹۷

۲۔ ایضاً ص ۵۰

۳۔ العقد الفرید، ۳/۲

۴۔ ایضاً ۳/۱

امراء کے ساتھ حسن سلوک اور رعایا کے مسائل حل کرنے کا تاریخی حیثیت سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ابن عبد ربہ نے ”کتاب الحروب“ میں ۱۔ سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ خوارج کے سیاسی مسائل سے بھی بحث کی ہے، اور ”کتاب النسب“ میں بعض خبریں جو تاریخ سے متعلق تھیں نقل کی ہیں۔ مثلاً قریش کے متعلق مذکور ہے کہ وہ لوگ جاہلی دور میں بھی شرافت، دیانتداری اور مکارم اخلاق کی وجہ سے مشہور تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہ صفات ان کے اندر موجود تھیں مثلاً خانہ کعبہ کی ولایت، پیاسوں کو سیراب کرنا اور پردہ کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار کے متعلق جو روایات ملتی ہیں اسے بھی ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ اور بعض ایسے تاریخی واقعات کا بھی ذکر کیا جن کا تعلق اسلامی شخصیات سے ہے۔ مثلاً حضرت عثمان بن عفانؓ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ اپنے کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے اور کپڑے بھی خود صاف کرتے تھے۔ اور اس قدر نظافت پسند تھے کہ سرور کائنات ﷺ کے عہد مبارکہ میں مدینہ میں ایک مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی، جس میں حضرت عثمانؓ بھی مزدوروں کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے۔ لیکن جب ان کے کپڑے پر کچھ گندگی لگ جاتی تو اس کو دور کئے بغیر پتھر لانے نہیں جاتے۔ اس پر حضرت علیؓ ان کی طرف مخاطب ہو کر یہ اشعار پڑھے، ملاحظہ کیجئے:

لا یستوی من یعمر المساجدا یدأب فیہا راکعاً وساجداً

وقائماً طوراً، وطوراً قاعداً ومن یری عن التراب حائداً ۲

ابن عبد ربہ نے ”کتاب الیتیمۃ الثانیۃ“ ۳ میں حجاج بن یوسف (۴۱-۹۵ھ)

۱۔ العقد الفرید، ۹۳/۱

۲۔ ابن عبد ربہ وعقده، ص ۵۱

۳۔ العقد الفرید، ۳/۵

کے حالات زندگی کو تقریباً ۲۰ صفحات میں قلم بند کیا ہے۔

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں عربوں کے اجتماعی حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے طرز زندگی کا تجزیہ کیا ہے، اس کے علاوہ ائمہ کرام کے درمیان شراب اور نبیذ کے متعلق اختلافات کو ذکر کرنے کے بعد خود اپنی بھی رائے پیش کی ہیں۔ ۱۔

العقد الفرید کی تاریخی حیثیت اس اعتبار سے معتبر ہے کہ اس زمانہ میں تاریخ و ادب پر جتنی بھی کتب شائع ہوئیں ہیں، ان کے مصنفین نے ”العقد الفرید“ ہی کو مرجع قرار دیا ہے اور ابن عبد ربہ سے روایات نقل کی ہیں۔

العقد الفرید کی تاریخی اہمیت کا انداز اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ ”لجنة دار الكتب القاهرة“ نے جب ”عیون الاخبار“ کی اشاعت کی، تو اس میں العقد الفرید سے بہت سے متن کو نقل کیا، اور ”عیون الاخبار“ کی پہلی اشاعت میں جو غلطیاں واقع ہو گئی تھیں وہ العقد الفرید سے ہی درست کی گئیں۔ ۲۔

جرجی زیدان نے العقد الفرید کی تاریخی اہمیت کا تجزیہ اس طرح کیا:

”العقد الفرید کے کچھ ابواب میں چند فصول ایسی ہیں جو تاریخ کی کتب میں نہیں ملتیں، مثلاً زیاد، حجاج اور طالین کی خبریں۔ اسی طرح عربوں کی جنگیں اور عوارض شعر، اور خوارج اور ازرقہ کے متعلق روایات کو نقل کی ہیں۔ یہ تمام اقوال ایسی کتب سے نقل کی گئی ہیں جو مفقود ہیں۔“ ۳۔

۱۔ العقد الفرید، ۲۹۰/۶

۲۔ ابن عبد ربہ و عقده، ص ۵۲

۳۔ تاریخ آداب اللغة العربية، ۱۷۲/۲

تاریخی ضعف

اس کی تمام تر تاریخی اہمیت کے باوجود اس کا ایک نقص یہ ہے کہ ابن عبد ربہ نے بعض اخبار بغیر تحقیق کے پیش کردی ہیں جو اس کے تاریخی ضعف کو واضح کرتی ہیں۔ ۱۔ جس کی چند شکلیں اس طرح ہیں:

اول:- ابن عبد ربہ روایات نقل کرتے وقت اسناد کی رعایت نہیں کرتا اور سند کا ذکر کیے بغیر روایت پیش کیا ہے جس کا اعتراف مصنف نے خود اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا ہے کہ ”اختصار کی غرض سے میں نے اسناد کو حذف کر دیا اور کلام کی ثقالت و طوالت کی وجہ سے بھی۔ اس لیے کہ نفع بخش خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ جس میں سند کے حذف کرنے یا سند کے ذکر کرنے سے نہ کوئی نفع ہوتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔“

ابن عبد ربہ نے اخبار کی روایات میں تساہلی سے کام لیا، حتیٰ کہ حدیث کے بیان میں بھی، مصنف نے سند کے معاملے میں ابوالفرج الاصفہانی کی مخالفت کی۔ کیونکہ وہ خبر بیان کرتے وقت سند کو نقل کرتا ہے جبکہ ابن عبد ربہ روایات کو نقل کرتے وقت سند کو حذف کر دیتا ہے مثلاً امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق جو روایات پیش کی ہیں ان سے پتہ نہیں چلتا کہ کس نے روایت کی اور یہ روایات کہاں سے نقل کی گئیں۔ ۲

دوم:- کسی بھی روایت کو نقل کرتے وقت اختصار سے کام لیتا ہے، جس کا اعتراف مقدمہ میں مصنف نے اس طرح کیا:

”میں نے یہ کتاب تالیف کی جس میں ادب کے جواہرات میں سے

۱۔ ظہر الاسلام، ۸۶/۳

۲۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۵۴

عمدہ جوہروں کا انتخاب کیا اور مستحج و مقفی کلام کو چنا گویا کہ یہ جوہروں کا جوہر اور کلام کا لب لباب ہے، اور اس تالیف میں عمدہ اخبار و واقعات کو پیش کیا گیا ہے، جبکہ کلام کا انتخاب کتاب کی تالیف سے زیادہ مشکل ہے۔“

اس کے بعد مصنف رقم طراز ہے کہ میں نے بعض خبریں جو قدرے طویل تھیں ان کو مختصر کر کے پیش کیا، ان کے مفہیم کو واضح کیا، مصنف نے ایسا اختصار کی غرض سے کیا، لیکن مؤرخین نے اس کو نامناسب سمجھ کر ابن عبد ربہ کی تاریخی نقص اور کمی میں شمار کیا۔ ۱

سوم:- ابن عبد ربہ نے کسی روایت کو پیش نظر رکھ کر اقوال نقل نہیں کیے جیسا کہ بعض قدیم مؤرخین کا طرز تھا، مثلاً ابن عبد ربہ کا لوگوں کی عمر کے متعلق خیال ہے کہ بعض لوگ دنیا میں ایسے بھی گذرے ہیں جنہیں تین سو سال زندگی ملی۔ اور بعض لوگوں کو ایک سو نوے سال کی زندگی ملی اور ان کے بال دوبارہ کالے ہو گئے اور دانت بھی دوبارہ نکل آئے اور ان لوگوں کی جوانی دوبارہ لوٹ آئی۔ اور پھر اس کے بعد کہتا ہے کہ ”عربوں میں اس کے مثل عجوبہ چیز نہیں“۔ اور نصر بن دھمان کے متعلق کہتا ہے کہ وہ دو سو سال زندہ رہا۔ ۲

اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی کسی اور مؤرخ نے اس کو نقل کیا ہے۔

اسی طرح ”کتاب بیان طبائع الانسان“ ۳ میں جو کچھ ایسی روایات نقل کی ہیں جو انسانی فطرت و طبیعت سے کوسوں دور ہیں۔ اور کوئی بھی سلیم الفطرت انسان اس کو صحیح نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً ایک عورت کے متعلق روایت نقل کی ”جب وہ حاملہ ہوتی ہے تو پانچ سال کے بعد بچہ

۱۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۵۴

۲۔ ایضاً ص ۵۵

۳۔ العقد الفرید، ۲۱۸/۶ و ۲۳۰

جنتی ہے، ایک دوسری جگہ لکھا کہ ”دوسال کے بعد بچہ دیتی ہے“۔

ابن عبد ربہ ایک واقعہ نقل کرتا ہے کہ:

”ہندوستان کے بادشاہ نے عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خط لکھا، بادشاہوں کے بادشاہ کے طرف سے جو ہزار بادشاہوں کا لڑکا ہے اور جس کے نکاح میں ہزار بادشاہوں کی لڑکی ہے، جس کے پاس ہزار ہاتھی اور اس کے پاس دو نہریں ہیں، جس میں لکڑی، کیلا اور کافور پیدا ہوتے ہیں، جس کی خوشبو بارہ میل تک پہنچتی ہے۔ عرب کے بادشاہ کی طرف جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ بہر حال حمد صلوٰۃ کے بعد میں آپ کے پاس ایک ہدیہ بھیجتا ہوں، اصلاً یہ ہدیہ نہیں لیکن اس کو قبول کر کے آپ میرے پاس ایک ایسے شخص کو بھیج دیں جو مجھے اسلام کی تعلیم دے۔“ ۱۔

ابن عبد ربہ نے ایک روایت ایسی نقل کی ہے جس سے خود ان کے کلام میں تضاد پیدا ہو گیا ہے کہ، ایک جگہ لکھتا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا تو ان کے پاس یزید موجود تھا۔ لیکن دوسری جگہ اسی روایت کو نقل کرتے وقت کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے وقت یزید موجود نہیں تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی روایات نقل کی ہیں جو متضاد ہیں۔ لیکن ابن عبد ربہ کی اکثر روایات حقیقت پر مبنی ہیں۔ سوائے چند مذکورہ خامیوں کے کہ جس سے تاریخی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ لہذا بعد میں آنے والے مؤرخین نے اسے اپنا مرجع و مصدر بنایا ہے۔ ۲۔

۱۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۵۶

۲۔ ایضاً ص ۵۷-۵۶

العقد الفرید ناقدین کی نظر میں

العقد الفرید کے بعض خیالات کی بنا پر ابن عبد ربہ کو ناقدین کے اعتراضات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ابن عبد ربہ کے ہم عصر دوست اور شاعر قلفاط نے ابن عبد ربہ پر تنقید کرتے ہوئے اس کی کتاب ”العقد الفرید“ کو مذاق اور دل لگی کا سرچشمہ قرار دیا، اور اسے ”حبل الثوم“ (لہسن کی گٹھری) کے لقب سے موسوم کیا۔^۱

مشہور ادیب اور شاعر صاحب ابن عباد کی سخت تنقید بھی اس کتاب کی پیشانی پر ایک بدنما داغ بن کر رہ گئی۔ ابن عباد کو جب ”العقد الفرید“ کی شہرت و عظمت کا علم ہوا تو مطالعہ کی غرض سے اس کتاب کو طلب کیا اور بعد مطالعہ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی ”هذه بضاعتنا ردت الینا“ کہ یہ ہماری ہی پونجی ہے جو ہمیں لوٹا دی گئی۔ میں تو سمجھا تھا کہ اس میں مغرب کے ادباء اور شعراء کے متعلق روایات پیش کی گئی ہوگی۔ اسی لیے صاحب ابن عباد کے اکثر متبعین نے ابن عبد ربہ پر محض ان کے ادباء اور علماء کا تذکرہ نہ کرنے کی وجہ سے تنقید کی اور اس کتاب کے مطالعہ کو ضروری نہ سمجھا۔^۲

مقری نے ابوعلی تمیمی کا ایک قول نقل کیا کہ ابن حزم الاندلسی نے ایک رسالہ میں اہل اندلس پر تنقید کرتے ہوئے ابن عبد ربہ کو ہدف تنقید بنایا۔^۳

اکثر ادباء اور شعراء نے العقد الفرید کو سراہا اور اسے ادب کا دائرۃ المعارف قرار دیا ہے، لیکن چند ادباء نے اسے تنقید کا نشانہ بنایا اور اس کتاب پر تنقید کیا۔

۱۔ دائرہ معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۱/۴

۲۔ ایضاً ۱۹۲/۴

۳۔ بحوالہ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۱۱۶

العقد الفرید کا دوسری زبانوں میں تراجم

ابن عبد ربہ کے انتقال کے بعد مستشرقین ادباء نے العقد الفرید کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور عربی زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل کیا۔ تو زل نے ”العقد الفرید“ میں قدیم اقوام کی تاریخ سے متعلقہ مواد کو فرانسیسی زبان میں منتقل کیا اور اس کا عنوان (Tournel, Lettres Sur l'histire des Arabes avant l'islamisme) یعنی ”ما قبل اسلام عربوں کی تاریخ سے متعلق رسائل“ رکھا۔ یہ رسالہ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۸ء میں شائع ہوا۔ ۱۔

العقد الفرید میں موسیقی اور اصوات سے متعلقہ مواد کو آرائش و زیبائش کے ساتھ (Music: The Priceless Jewel) یعنی ”موسیقی: بیش قیمت جوہر“ کے عنوان سے انگریزی زبان میں منتقل کیا۔ فرانسیسی مصنف لوی پرودانسال نے العقد الفرید سے چند ادبی و شعری مواد کو فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ نیکل نے العقد الفرید کے کچھ شعری مواد کو انگریزی زبان میں منتقل کیا۔ کٹشہ نے العقد الفرید کے شعری مواد کو جو انگریزی زبان سے منتقل ہوئی تھی عشقیہ اشعار کو منتخب کر کے ہسپانوی زبان میں منتقل کیا۔ اور کوول نے ابن عبد ربہ کے عشقیہ غزل اور رجزہ مع ان کی سوانح کے انگریزی زبان میں منتقل کیا۔ ۲۔

العقد الفرید بحیثیت مصدر

العقد الفرید سے اہل علم و فضل مستقل استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں جنکا احاطہ مشکل

ہے۔ کیونکہ ادب کے ضخیم مجموعے جو ”العقد الفرید“ کے بعد منظر عام پر آئے، ان کتب کے مصنفین نے انہی کتاب کو مصدر بنایا اور اس سے استفادہ کیا۔ بطور نمونہ چند ادباء کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

الابشہی: (م ۸۵۰ھ) نے اپنی کتاب ”المستطرف فی کل فنٍ مستطرف“ میں اکثر روایات العقد الفرید سے نقل کی ہیں۔ اس کے متعلق ابشہی نے اپنے مقدمہ میں اس طرح اظہار خیال کیا کہ ”میں نے ابن عبد ربہ کی کتاب ”العقد الفرید“ سے اکثر روایات نقل کی“۔^۱
 البغدادی (شیخ عبد القادر بن عمر): نے اپنی کتاب ”خزانة الادب ولب لباب لسان العرب“ میں جہاں دوسرے ادباء کی کتب سے روایت پیش کی وہیں ابن عبد ربہ کی کتاب ”العقد الفرید“ سے روایات نقل کی ہیں۔^۲

اسی طرح مشہور و معروف مؤرخ اور ادیب ابن خلدون: (۷۳۲-۸۰۸ھ) نے بھی العقد الفرید سے استفادہ کیا ہے اور مختلف ابواب کو زینت بخشی۔ ان ادباء کے علاوہ قلقشن دی (۱۴۱۴-۱۴۶۷ء) نے بھی العقد الفرید کو مرجع بنایا اور اپنی کتاب ”صبح الاعشی“ میں ابن عبد ربہ سے روایات نقل کیں۔^۳

ان تمام عظیم ادباء اور علماء کے العقد الفرید کے مصدر بنانے کی وجہ سے اس کی انفرادیت اور اہمیت دوسری ادبی کتب سے علاحدہ ہو گئی اور باوجود اس کے کہ ابن خلدون نے ”العقد الفرید“ کو عربی ادب کی بنیادی کتابوں میں شامل تو نہیں کیا لیکن اپنے مقدمہ میں اس کی بہت سی روایات پر انحصار کیا۔

۱۔ الابشہی: المستطرف فی کل فنٍ مستطرف، ۲/۱

۲۔ دائرہ معارف بزرگ اسلامی: ۱۹۲/۴

۳۔ ابن عبد ربہ وعقده، ص ۱۱۳

مصادر العقد الفرید

اس کتاب کی ترتیب و تبویب میں یقیناً ابن عبد ربہ نے متعدد عربی ادب کی کتب کا مطالعہ کیا ہوگا، اور علوم و معارف کے مختلف چشموں سے استفادہ کیا ہوگا۔ العقد الفرید کے مصادر کا جائزہ لیتے ہوئے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے صرف انہیں کتب کا حوالہ دینا مناسب سمجھا جو اس کی نظر میں بہت زیادہ اہمیت کی حامل تھیں۔ العقد الفرید کے مصادر سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب نہیں ہوگا کہ ابن عبد ربہ نے صرف انہیں کتب سے استفادہ کیا ہوگا بلکہ ممکن ہے کہ متعدد ایسی کتب ہونگی جو خاص اہمیت کی حامل نہ ہوں لہذا مصنف نے اس کتاب کا حوالہ کے طور پر ذکر نامناسب نہ سمجھا۔ بعض جگہ مصنف تو مصادر کتب سے من وعن روایات نقل کی ہیں، اور بعض جگہ تو صرف موضوع کے پیش نظر حذف و اضافہ کے ساتھ روایات پیش کرتے ہیں۔ اب العقد الفرید کے ان تمام مصادر کو ملاحظہ کیجئے جس کا کتاب میں تذکرہ موجود ہے:-

قرآن اور حدیث:

ابن عبد ربہ نے قرآن اور حدیث سے استفادہ کیا اور اس کے ذریعہ اپنی کتاب کو دوسری کتب ادب سے ممتاز کیا، اور العقد الفرید کا کوئی بھی باب ایسا نہیں ہے جس میں قرآن شریف کی آیات مبارکہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تذکرہ نہ ہو، کیونکہ مصنف نے اپنی بات کو مستحکم و مستند بنانے کے لیے قرآن و حدیث سے استدلال کیا ہے جس کا ذکر گزر چکا۔ ۱۔

توریت و انجیل:

ابن عبد ربہ نے جہاں خداوند قدوس کی آخری مقدس کتاب کلام اللہ سے روایات نقل کیں اور ساتھ ہی ساتھ حدیث نبوی کو بھی مصدر بنایا وہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی دوسری نازل شدہ کتب مقدس توریت و انجیل سے بھی روایت پیش کیں اور ان سے اپنی کتاب کو زینت بخشی، جو ادب کی دوسری کتب میں نہیں ملتیں۔ مذکورہ تمام چیزوں سے العقد الفرید کی انفرادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔^۱

ابن قتیبہ:

ابو عبد اللہ محمد بن مسلم الکوفی مروزی دینوری (۲۱۳-۲۷۶ھ) نے بہت ساری کتب بطور یادگار چھوڑیں ہیں۔^۲ ان میں سے ایک مشہور کتاب ”عیون الاخبار“ بھی ہے۔ اس کے علاوہ ”کتاب الاشربہ“ اور ”کتاب فضل العرب والعجم“ وغیرہ کتب سے بھی استفادہ کر کے ابن عبد ربہ نے روایات نقل کیں۔ لیکن زیادہ تر روایات عیون الاخبار سے نقل کی ہیں۔ جس کا اعتراف مصنف نے مقدمہ میں بھی کیا ہے۔^۳

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کو عیون الاخبار کے نہج پر مرتب کیا ہے۔ کیونکہ اس کتاب کی ترتیب اس زمانہ کے ادباء کے نزدیک حد درجہ معیاری تھی۔ ابن عبد ربہ کا اس کتاب کے بارے میں خیال ہے کہ ”ابن قتیبہ اکثر ادباء سے اپنے زمانے میں کتاب کی حسن ترتیب کی وجہ سے نمایاں تھا“ یہی وجہ ہے کہ العقد الفرید اور عیون الاخبار کا موازنہ کیا جائے تو کافی حد تک ابواب میں یکسانیت نظر آتی ہے مثلاً ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کا پہلا باب ”کتاب السلطان“ قائم کیا

۱۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۴۷

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ: ۶۳۹/۱

۳۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۳۸-۳۷

جس طرح ابن قتیبہ نے ”کتاب السلطان“ کو اپنی کتاب کا پہلا باب قرار دیا ہے۔^۱
 ابن عبد ربہ نے ابن قتیبہ کے انداز کو اختیار کرتے ہوئے ان تمام ابواب کو اپنی کتاب
 میں جگہ دی جس کو ابن قتیبہ نے موضوع بحث بنایا تھا۔ ان دونوں کتب میں مشترک ابواب حسب
 ذیل ہیں۔ مثلاً ”کتاب السلطان“، ”کتاب الحروب“، ”کتاب التاريخ“، ”کتاب
 العلم“، ”کتاب الخطب“، ”کتاب النساء و صفاتهن“، ”کتاب الطبائع
 والاخلاق“، ”کتاب وصایا المؤدبین“، ”کتاب البیان و البلاغۃ و التلطف فی
 الجواب“ وغیرہ ان تمام ابواب میں ابن قتیبہ نے اپنے انداز سے تجزیہ کیا ہے۔ یہ تمام ابواب
 ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں قائم کر کے اپنے انداز سے بحث کی اور اس کی فصول بھی علیحدہ طور
 پر قائم کیں۔

ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں ”کتاب العلم و البیان“ کے ضمن میں جو بحث کی تھی
 اس کو ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کے ”کتاب الواسطۃ فی الخطب“^۲ میں اکثر روایات
 کو نقل کر دیں اس کے علاوہ کئی ابواب ایسے ہیں جن کو ابن قتیبہ نے دوسری کتب ادب سے
 روایت کی ہے لیکن ابن عبد ربہ نے اس کو ابن قتیبہ کے حوالہ سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔
 جاحظ:

ابو عثمان عمرو بن بحر الکنانی (۱۶۰-۲۵۵ھ) سے بھی ابن عبد ربہ نے روایات نقل کی
 ہیں۔^۳ جاحظ ابن قتیبہ کی طرح مشہور و معروف ادیب تھا، اور اکثر متاخرین ادباء نے اس پر
 اعتماد کیا ہے، اور اس سے روایات نقل کی ہیں۔

۱۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۳۸

۲۔ العقد الفرید، ۵۴/۴

ابن عبد ربہ جاحظ کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد چند ابواب اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں نقل کئے۔ مثلاً ”كتاب الادب“ میں متعدد فصول کو جاحظ کے حوالہ سے نقل کیا۔ یعنی ”فی العتاب، و الوصاة، واستنجاز الوعد و الاعتذار و التعازی و كتابة الرسائل، اسی طرح ”كتاب الموالی و العرب“ کو بھی کتاب الادب میں نقل کیا۔

ابن عبد ربہ جاحظ کی کتاب ”كتاب المحاسن و الاضداد“، ”كتاب البيان والتبيين“، ”كتاب البخلاء“، ”كتاب الحيوان“، اور ”قحطان علی عدنان“ وغیرہ کتب سے استفادہ کیا ہے اور اس سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن اکثر روایات ”كتاب البيان والتبيين“ سے پیش کی ہیں۔

مبرد:

جاحظ کے شاگرد محمد بن یزید الاذوی النحوی (۲۱۰- ۲۸۵ھ) کی کتاب ”الکامل“ سے ابن عبد ربہ نے استفادہ کیا، چوتھی صدی کے اکثر ادباء نے بھی مثلاً ابو الفرج الاصفہانی وغیرہ نے بھی اس کو مرجع و مصدر بنایا ہے۔

ویسے تو مصنف نے ”كتاب الکامل“ سے روایات پیش کی ہیں۔ لیکن سب سے اہم کتاب ”اخبار الأزارقه“ ہے جس سے اکثر روایات نقل کیں، مبرد کی دوسری کتاب ”كتاب الروضة“ سے بھی روایات ماخوذ ہیں۔

ابن المقفع:

مشہور نثر نگار اور ادیب عبد اللہ بن المقفع (۱۰۶- ۱۴۲ھ) کی کتاب ”الادب

۱۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۴۱

۲۔ ایضاً ص ۴۱-۴۲

۳۔ ایضاً ص ۴۲

الصغير“، اور ”الادب الكبير“، اور ”کلیلة و دمنة“ سے بھی ابن عبد ربہ نے روایات نقل کی ہیں۔ اور بعض روایات تو مصنف نے ابن المقفع سے نقل کیں مگر اس کی اسناد کو حذف کر کے صرف اس کے نام پر اکتفا کیا مثلاً ابن عبد ربہ کہتا ہے ”صاحب کلیلة و دمنة نے کہا“ یا ”ابن المقفع نے کہا“۔ وغیرہ۔ ۱۔

ابن سلام:

محمد بن سلام الحنفی (۷۶۷-۸۴۶ء) سے بھی ابن عبد ربہ نے چند جگہوں پر روایات کیں لیکن نہ تو کتاب کی تعیین کی اور نہ ہی اس بات کو واضح کیا کہ بذات خود اس کی کتاب سے استفادہ کیا یا کسی دوسرے مصادر سے روایات لی ہیں۔ ۲۔

ابو عبیدہ:

ابو عبیدہ معمر بن ثنی التمیمی (۱۱۰-۲۰۹ھ) کی کتب سے ابن عبد ربہ نے مدد لی ہے اور چند جگہوں پر ان سے روایات اخذ کی ہیں۔ لیکن کتاب کے ذکر کے بجائے صرف مصنف کے نام پر اکتفا کیا۔ اسی طرح ابن عبد ربہ نے عربوں کے واقعات کو بیان کرنے کے لئے ”باب الدرۃ الثانیة فی ایام العرب“، ۳ کے نام سے ایک باب قائم کیا، اور اس کی تمام منقول روایات کو ابو عبیدہ کی طرف منسوب کیا۔ مگر کتاب کی تعیین کے بغیر ابو عبیدہ کے نام پر اکتفا کیا۔ اسی بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قلعشندی نے لکھا ”کہ ابو عبیدہ عربوں کی دنیا میں منفرد شخص ہے، جس سے ابن عبد ربہ نے اکثر و بیشتر روایات نقل کی ہیں“۔ ۴۔

۱۔ العقد الفرید، ۲۷۳/۱

۲۔ ابن عبد ربہ وعقده، ص ۴۴

۳۔ العقد الفرید، ۱۳۲/۵

۴۔ نہایۃ الارب، ۳۹۳/۱

ابن وحشیہ:

دوسری صدی کے مشہور ادباء میں ایک نمایاں نام ابو بکر احمد بن علی الکلاذنی القبطی کا ہے، ان سے بھی ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کے ”کتاب الزبرجدة الثانية فی طبائع الانسان و سائر الحيوان“، ۱ میں روایات نقل کی ہیں۔ ان کے علاوہ ابن عبد ربہ نے مفصل بن محمد الضمی، اصمعی، شیبانی، بھٹی اور ابو جعفر البغدادی وغیرہ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ ۲

ابن ہشام:

ابن ہشام (م ۲۱۸ھ) سے ابن عبد ربہ نے سیر و مغازی کے ضمن میں اکثر روایات نقل کی ہیں۔ لیکن ابن ہشام کے ساتھ ابن اسحاق سے بھی روایات کی ہیں۔

ابن عبد ربہ عربی کتب کے علاوہ بھی دوسری ادب کی کتب سے استفادہ کیا، جس کے متعلق جرجی زیدان گویا ہے کہ ”ابن عبد ربہ نے نہ صرف عربی کتب سے استفادہ کیا بلکہ ان کتب سے بھی روایات نقل کی ہیں جو یونانی، ہندی اور فارسی زبان سے عربی زبان میں نقل کی گئیں۔ ۳

دواوین شعر:

ابن عبد ربہ جب بھی کسی اخبار یا واقعات کو بیان کرتا ہے تو اس کے آخر میں بطور استدلال اشعار پیش کرتا ہے چاہے وہ اشعار اپنے ہوں یا دوسرے شعراء کے، لیکن جب دوسرے شعراء کے اشعار نقل کرتا ہے تو صرف شاعر کا نام ذکر کرتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ وہ کہاں سے نقل کیا ہے۔ ابن عبد ربہ دوسو شعراء کے اشعار سے اپنی کتاب کو آراستہ کیا ہے، اور ہر ایک بات

۱۔ العقد الفرید، ۲۱۸/۶

۲۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۲۵

۳۔ تاریخ آداب اللغة العربیہ، ۱۷۴/۲

کو اشعار سے مدلل کیا۔ مشرق کے جن اہم شعراء کے کلام کو پیش کیا ہے ان میں جریر، فرزدق، انطل، ابن ابی ربیعہ، ابونواس، ابوتمام، مسلم اور ابوالولید وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔^۱

بخشی، ابن وضاح اور ابن مخلد:

ابن عبد ربہ جہاں کتب ادب اور شعراء عظام کے کلام سے اپنی کتاب کو رونق بخشی وہیں اپنے اساتذہ کرام سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ ان میں بخشی، ابن وضاح اور ابن مخلد کا نام قابل ذکر ہے۔ ان اساتذہ کے حوالہ سے مصنف نے مشرق کے علماء اور ادباء اور بعض ائمہ کرام کی آراء نقل کی ہیں۔ خاص طور پر شراب اور نبیذ میں ائمہ کرام کے اختلافات کو پیش کر کے ان اساتذہ کی آراء پیش کئے اور خود اپنی بھی رائے پیش کی۔^۲

اختصار العقد الفرید

العقد الفرید کا دوبار اختصار پیش کیا جا چکا ہے لیکن سوء اتفاق کہ دونوں نسخے ضائع ہو گئے۔ سب سے پہلے ابواسحاق ابراہیم بن عبد الرحمن نے العقد الفرید کا اختصار کر کے شائع کرایا تھا، اس کے بعد ابن منظور صاحب ”لسان العرب“ نے بھی اس کا اختصار کیا تھا۔ اس کے علاوہ تیسرا اختصار ”مختار العقد الفرید“ کے نام سے شائع ہوا۔ یہ اختصار اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اگر کوئی شخص قلت وقت کی وجہ سے ”مختار العقد الفرید“ کا مطالعہ کرے گا تو العقد الفرید کے تمام موضوعات سے کم وقت میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے۔

۱۔ تاریخ علماء الاندلس، ص ۳۷

۲۔ ابن عبد ربہ و عقدہ، ص ۴۹-۴۸

”العقد الفرید“ اور ”مختار العقد الفرید“ میں کوئی خاص فرق نہیں سوائے اس کے کہ صاحب مختار العقد نے اختصار سے کام لیا ہے لیکن تمام مسائل و اخبار کو بیان کیا ہے بلکہ ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں جتنے ابواب قائم کئے، صاحب مختار العقد نے ان تمام ابواب کو ذکر تو کیا مگر روایات میں اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف ایک یا دو روایات پر اکتفا کیا ہے لیکن روایات پیش کرتے وقت سند میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بطور مثال ایک روایت پیش کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

”ابن عبد ربہ اپنی کتاب العقد الفرید میں پہلا باب ”كتاب اللؤلؤة فی السلطان“، ۱ کے نام سے قائم کیا، اور اس باب کے ضمن میں تقریباً ۲۰ ابواب نقل کئے۔ اور بادشاہ کے تمام اقوال و افعال کا تجزیہ کیا۔ اسی طرح صاحب ”مختار العقد“ نے بھی ”كتاب اللؤلؤة فی السلطان“ کے ضمن میں ان تمام ابواب کو نقل کیا ہے جو ابن عبد ربہ نے نقل کئے ہیں لیکن فرق صرف یہ کہ یہ اختصار سے کام لیا ہے۔ اور جہاں کہیں اخبار و وقعات کے تحت اشعار پیش کئے ہیں، صاحب ”مختار العقد“ نے بھی اشعار نقل کئے مگر صرف ایک یا دو شاعر پر اکتفا کیا۔ اسی طرح حدیث میں بھی اختصار سے کام لیا اور ایک یا دو حدیث پر واقعات کو ختم کر دیا۔ مثلاً ”كتاب السلطان“ میں ایک باب ”كتاب الحجاب“ ۲ ہے، اس باب کے ضمن میں ابن عبد ربہ نے چند عظیم شعراء کے اشعار اور خود اپنے اشعار سے استدلال کیا ہے اور پردہ کے متعلق حدیث بھی نقل کی ہے۔ مگر صاحب مختار العقد نے صرف ابوالعتاہیہ اور حبیب

۱۔ العقد الفرید، ۱/۷۷ تا ۹۲

۲۔ ایضاً ۱/۷۷

بن طائی کے کلام پر اکتفا کیا گیا اور باب کے آخر میں ابن عبد ربہ کے اشعار کو بھی نقل کیا ہے۔ لیکن اس انحصار کی وجہ سے معانی و مفاہیم کو سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا کرنا نہیں پرتا ہے۔“ ۱۔

العقد الفرید ایک ایسی جامع و منفرد کتاب ہے جس میں عربوں کی صدیوں کی ذہنی کاوشوں کو پیش کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے کسی ایک موضوع کو نہیں اپنایا ہے بلکہ عربوں کی تاریخ و تہذیب کی جو ہر کو پیش کیا ہے، اس نے قرآن و حدیث، شعر و ادب اور تاریخ کے تمام میدانوں میں اپنی فکری عظمت کا ثبوت دیا ہے اور ایک حسین بوقلموں مرقع پیش کیا ہے جس سے مصنف کی تبحر علمی اور بصیرت نگاری کا اظہار ہوتا ہے، اس نے بڑے مؤثر انداز میں ہر بات کو نقل کیا ہے۔ اور ہر موضوع پر قیمتی مواد جمع کیا ہے، اور جا بجا خود اپنے اشعار اور دوسرے عظیم شعراء کے اشعار سے مزین کیا ہے۔ اس لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم و فضل کے دروازے اس کے سامنے کھلے ہیں اور اپنی وسعت فکر اور غیر معمولی مطالعہ سے کام لیکر علم و ادب کے مختلف میدانوں کو اور عربوں کی مختلف رسوم و روایات اور تہذیب و ثقافت کے مختلف گوشوں کو اس طرح ہمارے سامنے پیش کیا ہے کہ پوری کتاب میں اس کی دانشوری کی عظمت جلوہ فگن ہے۔

وہ ایک بڑا ادیب و انشا پرداز اور مؤرخ و فلسفی ہے، جس نے ادب و شعر و تاریخ اور مختلف علوم و فنون کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور حسن مذاق کا ایک ایسا عظیم ملکہ پیدا کیا کہ اس کی کتاب کو پوری دنیا میں امتیاز و افتخار اور قدرو منزلت کی نظروں سے دیکھی گئی۔ اس کی عظمت خود کتاب سے عیاں ہے۔ کتاب کا نام ”العقد“ ہو یا ”العقد الفرید“، بہر حال یہ لفظ با مسمیٰ ہے۔ وہ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتا ہے وہاں معلومات کا پہاڑ کھڑا کر دیتا ہے، دراصل یہ کتاب اس کے وسعت مطالعہ اور اس کی تحقیقی و تخلیقی صلاحیت کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس نے متنوع موضوعات پر معلومات جمع کی

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید جلد ۱ کا پہلا باب اور مختار العقد الفرید کا پہلا باب۔

ہیں۔ اور عربوں کی پوری ادبی اور تہذیبی ذخائر کو کھنگال ڈالا ہے۔ اس لئے ”العقد الفرید“ کی حیثیت ایک ادبی دائرۃ المعارف کی بن گئی۔ بعض ادباء نے تو العقد الفرید کا مطالعہ اس غرض سے کیا تھا کہ وہ صرف اندلس کے علوم و فنون پر مشتمل ہوگی، لیکن انہوں نے جب کتاب کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ اس کتاب میں وہ تمام علوم جمع ہیں جو ایک عربی کے ادیب، شاعر، عالم اور تہذیب عرب کے شائقین کو درکار ہے۔ اور مصنف نے اس کتاب میں علوم و فنون کو نگینہ کی طرح اس طرح جڑا کہ کتاب کو عربی ادب میں حیات جاوداں مل گئی۔

خصوصیات العقد الفرید

کسی بھی ادیب یا شاعر کی کچھ نمایاں خصوصیات ہوتی ہیں جن کا عکس تحریروں پر پڑتا ہے، مصنف نے متعدد علوم و فنون سے متعلقہ جو تحریری سرمایہ چھوڑا ہے وہ چند خصوصیات کی بناء پر دوسرے تمام ادبی شاہ پاروں پر فوقیت رکھتا ہے، ذیل میں چند خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:

اس کی تحریروں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ کلیات و جزئیات سے پوری پوری آگہی ملتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جب ابن عبد ربہ نے ادب کے میدان میں قدم رکھا تو پورے طور پر اپنے آپ کو جستجو و تحقیق میں منہمک کر لیا اور مروجہ علوم و فنون سے اپنے کاسہ علمی کو پُر کیا، یہاں تک کہ علوم کی بعض شقوں میں پیش رو ادباء اور مصنفین کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، اس کی کتاب کا دقت نظری سے جائزہ لینے کے بعد بات یہاں تک آ پہنچتی ہے کہ کوئی بھی ایسا علم نہیں بچا جس پر ابن عبد ربہ نے طبع آزمائی نہ کی ہو، بایں طور یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ابن عبد ربہ کی تحریریں حقائق و معارف کی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حسن تبویب: ابن عبد ربہ کی دوسری خصوصیات یہ کہ اس کے مباحث موضوع کے

مطابق ہوتے ہیں، وہ اس وقت تک کسی ذیلی بحث کو نہیں چھوڑتا جب تک کہ اسے یقین نہ ہو جائے کہ اس نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری انجام دے دی ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عبد ربہ اپنی کتاب العقد الفرید میں حسن تبویب و ترتیب کے لحاظ سے ممتاز نظر آتا ہے۔

قصص اور امثال: تیسری خصوصیت یہ کہ اس کی تحریروں میں قصوں اور کہانیوں کا بھی نمایاں مقام ہے، قصے کبھی جانوروں کی زبان میں نقل کئے گئے ہیں اور کبھی انسانوں کی زبان میں اور اسی طرح وہ تالیف میں ضرب الامثال کو بھی کبھی نظر انداز نہیں کرتا، خواہ قصے ہوں یا کہانیاں یا پھر امثال، ان تمام کے پیش کرنے کا مقصد ایک ہی تھا کہ قاری یا سامع اکتاہٹ محسوس کئے بغیر باتوں کو ذہن نشین کرتا چلا جائے۔

پر حکمت جملوں کا استعمال: چوتھی خصوصیت یہ کہ وہ کوئی بھی بات کہتا ہے تو بڑے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہتا ہے، نیز اس کی باتیں حکمت و دانائی سے پُر ہوتی ہیں، اس لیے ہر خاص و عام کی توجہات کا مرکز بنتی ہیں، اپنی باتوں کو مضبوط دلائل سے پیش کرتے ہوئے حکیمانہ جملوں کا استعمال کرتا ہے جس کی بنا پر قاری کی دلچسپی اور بڑھ جاتی ہے اور وہ اخذ و استفادہ کے موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

ان تمام خصوصیات کے علاوہ مثلاً سہولت مآخذ، اختصار اسناد بھی جن کی وجہ سے العقد الفرید جو کہ ایک بیش بہا قیمتی خزانہ ہے دوسری کتب ادبیہ سے علمی اور ادبی حیثیت سے ممتاز ہے۔

باب چہارم
العقد الفرید کی علمی اور ادبی اہمیت

العقد الفرید کا شمار عربی ادب کی بنیادی اور اہم کتابوں میں ہوتا ہے، جو آج تک ادباء، علماء، فلاسفہ اور حکماء کا مرجع بنی ہوئی ہے، اس کتاب میں مصنف نے متفرق واقعات و حوادث، انساب و امثال، اشعار حتیٰ کہ طب اور موسیقی کے متعلق بھی معلومات جمع کر دی ہیں۔

ابن عبد ربہ کے ذہن میں یہ بات رونما ہوئی کہ اس کا انتخاب عام سطح سے بلند تر ہو اور علمی و ادبی لحاظ سے ارفع، تاکہ اہل علم اسے عامیانہ اور سوقیانہ کام تصور نہ کریں، اس لیے مصنف نے تمام معلومات کا انتخاب قرآن کریم کی اس آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا:

الذین يستمعون القول فيتبعون
اے نبی بشارت دے دو میرے ان بندوں
أحسنه - (زمر: ۱۸/۳۹)
کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے

بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔

مذکورہ قرآنی فکر کے مطابق رطب و یابس سے قطع نظر ہر ادیب اور عالم کے عمدہ کلام سے اپنی کتاب کو زینت بخشی۔

ابن عبد ربہ ایک جگہ اپنی کتاب ”العقد الفرید“ میں رقم طراز ہے کہ ”میں نے عربی ادب کی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا تو مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ ان کتابوں میں نہ ادب سے متعلقہ تمام موضوعات نقل کئے گئے ہیں، اور نہ ہی تمام ادبی روایات کو جمع کیا گیا۔“ اس لیے میں نے ”العقد الفرید“ کو جامع اور کامل بنانے کی کوشش کی ہے، اور وہ تمام روایات جس کو ہر خاص و عام ادیب نے اپنی اپنی تصانیف نقل کی ہیں جمع کر دی ہیں، نیز اعرابی اور سلاطین کے کلام سے

بھی آراستہ کیا۔ اور ہر باب میں اپنے اشعار کے علاوہ دوسرے شعراء کے اشعار بھی نقل کئے، تاکہ اعلیٰ علم و ادب کو اس بات کا احساس ہو کہ عرب شعراء کی طرح یہی فکر و احساس اندلسی شعراء کے یہاں بھی موجود ہے، اور یہ پتہ چل سکے کہ اہل اندلس کونثر کے علاوہ نظم پر بھی عبور تھا۔ اب ایک نظر مصنف کے طرز اسلوب پر ڈالی جائے تاکہ اس سے کتاب کی علمی اور ادبی حیثیت کا اندازہ ہو سکے اور اس کے توسط سے عربی ادب کی جامعیت میں جو اضافہ ہوا ہے اس سے واقفیت ہو سکے، مصنف نے اپنی کتاب میں چند ابواب ایسے قائم کئے ہیں جن میں ادبی پہلو کو مد نظر رکھ کر بحث کی ہے، وہ اس طرح ہیں:

”کتاب العلم و الادب“، ”کتاب الامثال“، ”کتاب التعازی و المراثی“، ”کتاب المواعظ و النہد“، ”کلام الاعراب“، ”کتاب الخطب“، ”کتاب الوفود“، ”کتاب فضائل الشعر و مقاطعه و مخارجہ“، اور ”کتاب الفكاهات و الملح“، وغیرہ۔ بقیہ ابواب ابھی ادب کے دائرہ سے خارج نہیں، لیکن یہ ابواب خلاصۃً ان ابواب کے بالمقابل ہلکے ہیں۔

مذکورہ چند ابواب کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ کتاب کی انفرادیت، اہمیت اور جامعیت کا اندازہ ہو سکے۔

کتاب العلم و الادب

اس باب کی تمہید میں ابن عبد رب نے علم کی تعریف یوں کی کہ ”علم ایک ستون کے مانند ہے، جس پر دین کا مدار ہے، یہی علم انسان اور حیوان کے درمیان حد فاصل کے مانند ہے، علم و ادب عقل کا مادہ، بنی نوع انسان کا چراغ، نور قلب اور منارۃ روح ہے۔“ اس کے بعد علم سے

متعلق حکماء اور ادباء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ ۱۔

اس تمہید کے بعد علم کی اقسام کے متعلق چند ادباء اور صحابہ کرام کے اقوال نقل کئے ہیں۔ محمد بن ادریس کا خیال ہے کہ علم دو طرح کا ہے۔ ”علم الأبدان“ اور ”علم الأديان“۔

قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ علم کی تین اقسام ہیں۔ اور تین طرح کا علم حاصل کرنے والا تین چیزوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا: مثلاً جو شخص علم دین کو فلسفہ کے ساتھ حاصل کرے وہ زندہ سے، علم کیمیا کے ذریعہ حصول مال کی خواہش فقر سے دوچار کرتی ہے، اور غریب احادیث کا علم حاصل کرنے والا جھوٹ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ۲۔

ابن سیرین کا خیال ہے کہ ”زیادہ علم حاصل کرنے سے بہتر ہے کہ اس کا احاطہ کیا جائے، اور قیمتی ترین اشیاء کا انتخاب کیا جائے“۔ اس کے بعد درج ذیل اشعار پیش کئے:

و مامن کاتب الا ستبقی کتابتہ وان فنیت یداہ

فلا تکتب بکفک غیر شیء یسرک فی القيامة ان تراہ ۳

ابن عبد ربہ مزید علم کی فضیلت اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اقوال پیش کئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے:

”انسان کو ہمیشہ اس علم کے متعلق معلومات رکھنی چاہئے جسے اس نے حاصل

کیا ہو، اور اگر وہ یہ گمان کرے کہ اس کا علم مکمل ہو گیا تو گویا وہ جاہل ہے۔“

ایک اور روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ:

۱۔ العقد الفرید، ۲۰۷/۲

۲۔ ایضاً ۲۰۸/۲

۳۔ ایضاً ۲۰۸/۲

”فرشتے علم دین حاصل کرنے والوں کے لیے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں، اور علماء دین کی کاوشیں فی سبیل اللہ خون بہانے سے زیادہ بہترین ہیں“۔^۱
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک قول پیش کیا کہ:

”کوئی بھی انسان عالم پیدا نہیں ہوتا بلکہ عالم حصول علم سے ہوتا ہے۔“
اس چیز کو اس نے اشعار سے یوں استدلال کیا ہے:

تعلم فليس المرء يولد عالماً وليس اخو كمن هو جاهل
اسی سلسلہ کا ایک دوسرا شعر اس طرح ہے:

تعلم فليس المرء يخلق عالماً وما عالم أمراً كمن هو جاهل^۲
فضیلت علم کے باب میں ابن عبد ربہ نے حضورؐ کا ایک قول اور پیش کیا کہ ”حصول علم عبادت سے افضل ہے“۔ ایک دوسری روایت ہے کہ: ”کم علم عمل کے ساتھ زیادہ بہتر ہے بنسبت زیادہ علم بغیر عمل کے“۔ اس کے بعد ابوالأ سود الدؤلی (۶۰۵-۶۸۸ء) کا قول بیان کیا کہ ”بادشاہ دنیا کا حاکم ہوتا ہے لیکن علماء بادشاہ کے حاکم ہوتے ہیں“۔^۳
ابو قلابہ کا قول ہے کہ: ”علماء کی دنیا میں یہی مثال ہے جس طرح آسمان میں سورج کی۔ اور حصول علم سے انحراف ضلالت اور گمراہی کے مترادف ہے۔“

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول سے استدلال کیا:

انما يخشى الله من عباده العلماء حقيقة یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں
ان الله عزيز حكيم (فاطر: ۳۵/۲۸) سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس

۱۔ العقد الفريد، ۲۰۹/۲

۲۔ ایضاً ۲۱۱/۲

۳۔ ایضاً ۲۱۴/۲

سے ڈرتے ہیں، بیشک اللہ زبردست
اور درگزر فرمانے والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشادِ بانی ہے:

وتلك الأمثال نضربها للناس
وما يعقلها الا العالمون
(عنکبوت: ۲۹/۴۳)

مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لیے دیتے
ہیں، مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم
رکھنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی متعدد محدثین، علماء اور حکماء کے اقوال پیش کئے، نیز مختلف اشعار سے
اس میں جان پیدا کر دی۔

اسی باب کے ضمن میں ابن عبد ربہ نے اصمعی کا قول نقل کیا کہ ”علم کو توجہ سے سنا جائے اور
پھر اس پر غور کیا جائے پھر ذہن نشیں کرنے کی کوشش کی جائے، اس پر عمل کرتے ہوئے اسے عام
کیا جائے۔ اساتذہ اور طلبہ دونوں علم کو فروغ دینے میں شامل ہوں، مثلاً:

لا ينفع العلم قلباً قاسياً أبداً ولا يلين لفك الماضغ الحجر!

ابن عبد ربہ نے باب ”کتاب العلم والادب“ جو اس کتاب کا سب سے اہم اور خاص
باب ہے، اور یہ باب تمام ابواب سے ضخیم ہے اور مواد کی حیثیت سے بھی قابلِ قدر ہے، اس
باب میں مصنف نے علم اور ادب سے متعلقہ تمام روایات کو اس لیے یکجا کر دیا ہے تاکہ علماء اور
ادباء ان سے استفادہ کر سکیں۔ اور جو لوگ علم سے روگردانی کرتے ہیں وہ علم کے حصول کی طرف
راغب ہوں۔ نیز اس باب کے آخر میں مصنف نے چند ایسے ابواب قائم کئے ہیں جن کے
مطالعہ کے بعد انسان کے اندر علم اور ادب کی اہمیت و فضیلت ضرور پیدا ہوگی اور وہ تحصیل علم کو اپنا
شعار بنائے گا، وہ ابواب اس طرح ہیں:

فضل المال، صنوف المال، تدبیر المال، الشیب، الشباب والصحة، الخضاب،

فضيلة الشیب، کبر السن، اور آخر میں ”قولهم فی القرآن“، وغیرہ۔

باب ”قولهم فی القرآن“ کے تحت قرآن کے خالق اور مخلوق ہونے میں جو مفکرین کا

مابین اختلافات ہیں اس سلسلے کو ایک روایت کی روشنی میں اس طرح نقل کی ہے:

”ایک دفعہ مرہبی نے ابو یحییٰ منصور بن محمد کو رقعہ لکھا کہ تم مجھے خلق قرآن

کے متعلق کچھ لکھ بھیجو، یحییٰ منصور نے جواب میں لکھا: اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو

عافیت کے ساتھ رکھے، اور تمام لوگوں کو سنت محمدیہ کا پیروکار بنائے، یقیناً قرآن

کی اتباع نہ کرنے والا ہلاکت و گمراہی کا مرتکب ہے، اس کے بعد فرمایا کہ

قرآن کے خالق و مخلوق ہونے کے متعلق کلام کرنا بدعت ہے، جواب دینے والا

اور سوال کرنے والا اس سے اجتناب کرے۔ اس مسئلہ پر صرف اتنا کہنا چاہوں

گا کہ اللہ تعالیٰ خالق قرآن ہے اور اس کے علاوہ دنیا کی ہر چیز مخلوق ہے، اور

قرآن کریم کلام الہی ہے۔ اگر تم اللہ کی بتائی ہوئی بات پر عمل کرو گے تو ہدایت

پاؤ گے اور اپنے نفس کی پیروی کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہمارے لیے یہی

ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور اس کی طاعت و فرمانبرداری کرتے

رہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن اسی کی شفقت و مہربانی کی ہمیں ضرورت ہے اور

اس کے حکم سے نجات ہوگی۔“۔ ۱۔

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ قرآن مخلوق ہے نہ کہ خالق، کیونکہ قرآن مخلوقات خداوندی

میں سے ایک ہے، اس کے علاوہ مزید تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔

كتاب الجوهرة في الامثال

اس باب کی تمہید میں ابن عبد ربہ امثال کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ ”وہ کلام کی زینت، لفظ کا جوہر اور معانی کی حلاوت ہے“۔ عربوں کے کلام میں اس کی کثرت ہے، اور ہر ایک عرب اسے اپنی گفتگو میں استعمال کرتا تھا، اشعار سے زیادہ امثال کا رواج تھا، اور خطابت سے خوب تر ہے، اسے تحریر میں برتنا کار دارد، اور نہ اس کو عمومی طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد مصنف ایک شعر پیش کرتا ہے:

ما انت الا مثل سائر
يعرف الجاهل والجابر

امثال کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

یا یہا الناس ضرب مثل فاستمعوا له
(ج: ۲۲/۷۳)

اے لوگو، ایک تمثیل بیان کی جاتی ہے تو
اس کو توجہ سے سنو

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ مَوْعِدٍ، أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (نحل: ۷۶/۱۶)

اللہ ایک مثال دیتا ہے، دو آدمی ہیں، ایک گونگا بہرا ہے، کوئی کام نہیں کر سکتا، اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے، جد ہر بھی وہ اسے بھیجے کوئی بھلا کام اس سے نہ بن آئے، دوسرا شخص ایسا ہے کہ انصاف کا حکم دیتا ہے

اور خود راہ راست پر قائم ہے، بتاؤ کیا یہ
دونوں یکساں ہیں۔

اس کے علاوہ بھی دیگر آیات میں امثال بیان کی گئی ہیں۔ جنہیں ابن عبدرہ نے بطور

استدلال نقل کیا ہے۔

ابن عبد ربہ نے اس باب کے ضمن میں عربوں کی امثال ان کے مراتب کے مطابق ترتیب دیں۔ باب کے آغاز میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، پھر علماء کرام اور اس کے بعد عام عرب کی امثال کو بالترتیب بیان کیا ہے۔

ابن عبد ربہ نے اس باب میں ”کتاب الامثال“ کے نام سے ایک ذیلی باب قائم کیا ہے، جو نہایت اہم اور ضخیم ہے، اور اسے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے۔

کیونکہ دونوں کے موضوعات یکساں ہیں، اسی باب میں قدیم عربوں کی امثال بھی مذکور ہیں جو عام طور پر عرب میں رائج تھیں۔

ابن عبد ربہ نے اس باب میں تقریباً دو سو موضوعات سے بحث کی ہیں۔ ہر ایک موضوع کا تذکرہ ممکن نہیں، اس لیے چند موضوعات پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے:

القصد فی المدح : اس موضوع کے ضمن میں چند امثال بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:

”من حُفنا اور فُنا فلیقتصد“ اس سے مراد یہ کہ میری مدح میں غلو سے کام نہ لو۔
 اسی طرح ”لا تہرف بما لا تعرف“ کہ مدح اور تعریف میں زیادتی سے کام نہ لو۔
 پھر اس کے بعد کہتا ہے:

”شاکہ ابایسار من دون ذاینفق الحمار“ اس مثال کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ ابو محمد الاعرابی نے بنی عامر بن صعصعہ کے ایک شخص سے کہا کہ ابویسار نے ایک شخص سے مر بد میں ملاقات کی جو کہ گدھے کو بیچ رہا تھا، اور مشتری سے چھگڑ رہا تھا، تو ابویسار موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے گدھے کی تعریف کرنے لگا، تو خریدار نے کہا کہ: تم گدھے کے متعلق جانتے ہو؟ جواب دیا، ہاں اس شخص نے کہا کہ اسکی چال کیسی ہے؟ جواب دیا: اس کے ذریعہ شتر مرغ کو شکار

کیا جاتا ہے، بائع نے کہا کہ ”شاکہ ابایسار من دون ذا ینفق الحمار“۔ ۱

صدق الحدیث : اس موضوع کے تحت ابن عبد ربہ نے کئی امثال بیان کی

ہیں۔ ایک مثال ہے ”صدقنی سن بکرہ“ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اونٹ بیچنا چاہ رہا تھا، تو مشتری نے اونٹ کی عمر کے متعلق دریافت کیا، بائع نے جواب دیا: وہ بہت چست اور پھرتیلا ہے، پھر بائع نے کہا ”أنحہ“ یہ عرب کا مقولہ ہے جب اونٹ کوتیز ہانکتے اور بیٹھاتے ہیں۔ جب اس نے اونٹ کوتیز ہانکا، تو پھر کہا: ”هدع هدع“ مشتری نے جب ان الفاظ کو سنا تو کہا: ”صدقنی سن بکرہ“ کہ تم نے مجھے اپنی جوان اونٹ کے متعلق سچ کہا۔ ۲

اسی طرح ابن عبد ربہ نے ایک باب ”الأمثال فی القربی“ کے نام سے قائم کیا، جس میں مختلف عناوین قائم کئے، سب سے پہلا عنوان ”التعاطف من ذوی الارحام“ ہے، مثل ہے:

”یا بعضی دع بعضاً“ اس مثل کی اصل یہ ہے کہ زرارہ بن عدلیس نے اپنی لڑکی کی شادی سوید بن ربیعہ سے کی، جس سے نولڑکے پیدا ہوئے، سوید بن ربیعہ نے ایک دفعہ عمرو بن ہند کے چھوٹے بھائی کا قتل کر کے فرار ہو گیا۔ عمرو بن ہند اس کو پکڑ نہیں سکا، تو زرارہ کے پاس ایک رقعہ بھیجا کہ تم اپنے ایک نواسے کو بطور قصاص بھیج دو، لہذا زرارہ نے ایک نواسہ کو عمرو بن ہند کے حوالہ کر دیا، تو عمرو بن ہند نے اس کو قصاص کے بدلے قتل کا حکم صادر فرما دیا، اور زرارہ کو بھی نواسے کے ساتھ معلق کر دیا۔ اس وقت زرارہ نے کہا ”یا بعضی دع بعضاً“ اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے مثل مشہور ہو گئی۔ ۳

۱۔ العقد الفرید، ۸۲/۳

۲۔ ایضاً ۸۳/۳

۳۔ ایضاً ۱۰۱/۳

ابن عبد ربہ ہے ”باب الامثال فی مکارم الاخلاق“ کے ضمن میں تفصیل سے مکارم اخلاق کے متعلق امثال پیش کی ہیں۔ جن سے العقد الفرید کی علمی اور ادبی اہمیت نمایاں ہوتی ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

الحلم: ابو عبیدہ کی روایت ہے کہ: جب تمہارے ساتھ کوئی بُرا سلوک کرے تو تم صبر و تحمل اور حلم و بردباری سے کام لو اور جلدی نہ کرو۔ ایک اور روایت ہے کہ: ”حلم اور جاہلی دونوں برابر نہیں ہو سکتے“۔ اور پھر کہا کہ حلیم کی مثال ایسی ہے کہ کسی انسان کے سر پر پرندہ بیٹھا ہو۔ ۱۔
العفو عند المقدرة: ابو عبیدہ ہی سے روایت ہے کہ ”ملکت فأسجع“ اس مثال کے متعلق واقعہ یہ کہ جنگ جمل میں جب حضرت علیؑ کو فتح حاصل ہو گئی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے قریب ہو کر کچھ باتیں کیں، اس کے بعد علیؑ نے حضرت عائشہؓ کو بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا اور ان کے ہمراہ چالیس عورتوں کو روانہ کیا۔ ۲۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات موجود ہیں۔

مصنف نے ایک باب ”امثال روتھا العلماء“ کے عنوان سے پیش کر کے انسانوں سے مشابہت کے متعلق عناوین قائم کئے ہیں۔ مثلاً: ”من ضرب به المثل من الناس“، ”من يضرب به المثل في النساء“، ”ما تمثلوا به من البهائم“ اور ”ما ضرب به المثل من غير الحيوان“ وغیرہ۔

اول الذکر عنوان ”من ضرب به المثل من الناس“ کے تحت عربوں کے مابین متداول مثال کو نقل کیا ہے، مثلاً: سخاوت کا حاتم طائی سے، بہادری کا ربیعہ بن مكرم سے، ہوشیاری کا قیس بن زہیر سے، عزت کا کلیب بن وائل سے، ذکاوت کا ایاس بن معاویہ سے،

۱۔ العقد الفرید، ۱۰۴/۳

۲۔ ایضاً ۱۰۴/۳

بلاغت کا سحبان بن وائل سے، بردباری کا اخف بن قیس سے، صدق گوئی کا ابو ذر غفاریؓ سے اور کذب گوئی کا مسلمہ بن کذاب حنفی وغیرہ سے تعلق ہے، اسی طرح دوسرے عناوین کے ذیل میں بحث کی گئی ہیں۔ ۱۔

ابن عبد ربہ نے باب ”كتاب الجوهرۃ فی الامثال“ کے آخر میں ان چند شعراء کے کلام سے استدلال کیا ہے جن کا پہلا اور آخری مصرع مثل سے پُر ہو۔ اس کے لیے الگ سے ایک باب ”امثال مستعملہ فی الشعر“ کے نام سے قائم کیا۔ جن میں مندرجہ ذیل شعراء کے کلام کو نقل کیا:

حطیہ کا شعر ہے:

من يفعل الخير لا يعدم جوازيه لا يذهب العرف بين الله والناس ۲
امرؤ القيس کا شعر ملاحظہ ہو:

وأفلتتهن علياء جريضاً ولو أدر كنه صفر الوطاب ۳
سب سے آخر میں اپنا شعر مصنف پیش کرتے ہیں:

وقد صرّح الأعداء بالبين وأشرق الصبح الذي العين ۴
اس کے علاوہ بھی بہت سے شعراء کے اشعار کتاب میں موجود ہیں۔

كتاب الزمردة فی المواعظ و الذهد

ابن عبد ربہ نے اس باب میں وعظ و حکمت اور زہد پر مبسوط بحث کی ہے، اور اس پورے

۱۔ العقد الفريد، ۱۳۵/۳

۲۔ شعر الحطیہ، مرتبہ: عیسیٰ سابا، مکتبہ صادر، بیروت ص ۸۵

۳۔ دیوان امرؤ القیس: مرتبہ: محمد ابو الفضل ابراہیم، دار المعارف، مصر۔ ص ۲۷۴

۴۔ العقد الفريد، ۱۳۷/۳

باب میں چاہے وہ وعظ و نصیحت کا ہو یا زہد کا ہر ایک میں ادبی پہلو غالب ہے جو کہ اس باب کے تجزیہ سے معلوم ہوگا۔

مصنف اپنی تمہیدی خطبہ میں وعظ و نصیحت سے متعلق قرآن کریم کی چند آیات پیش کی ہیں، جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف راغب ہونے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔
(نحل: ۱۶/۱۲۵)

اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف
دعوت و حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ
اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے
پر جو بہترین ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَ كَتُمْتُمْ أَمْوَالَكُمْ فَأَحْيَاكُمْ
ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
(بقرہ: ۱/۲۸)

تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کیسے
کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے،
اس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی

تمہاری جان سلب کرے گا۔ پھر وہی
تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر
اس کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمان الہی ہے

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ نَظْفَةٍ
فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ۔

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے
اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح

(یٰسین: ۷۷/۳۶) جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا۔

ابن عبد ربہ نے اس باب میں بالترتیب پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، والدین، حکماء اور ادباء کی نصائح نقل کی ہیں۔ مثلاً:

مواعظ الانبیاء: اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام کے مواعظ حسنہ بھی پیش کی گئی ہیں۔ ابن عبد ربہ ابو بکر بن ابی شیبہ کی ایک روایت نقل کی کہ سرور کائنات محمدؐ کا ارشاد ہے: ”تم لوگوں کو دنیا اتنا ہی حاصل کرنا چاہئے جتنا کہ ایک مسافر اپنی ضرورت سفر کے مطابق توشہ تیار کرتا ہے۔“

اس کے بعد ایک دوسرا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہے:

”اے ابن آدم: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو! جوانی کو بڑھاپے سے قبل، صحت کو بیماری سے قبل، دولت کو محتاجی سے قبل، فرصت کو کام سے قبل، زندگی کو موت سے قبل۔“ ۱۔

عبد اللہ بن سلام کی ایک روایت کو ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب میں یوں نقل کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے تمام لوگ آپؐ کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے، چونکہ مکہ مکرمہ میں آپؐ کو لوگ نازیبا القاب سے نوازتے تھے، مثلاً ساحر، مجنوں اور کذاب وغیرہ۔ اس لیے میں بھی ان لوگوں کے ساتھ حضورؐ کے پاس گیا۔ اور جب میری نگاہ ان کے چہرہ انور پر پڑی تو مجھے فی الفور محسوس ہوا کہ یہ شخص کذاب اور ساحر ہو ہی نہیں سکتا، اس کے بعد انہوں نے ایک خطبہ دیا کہ: ”اے لوگوں! غرباء اور مساکین کو کھانا کھلاؤ، سلام کو عام کرو اور جب عوام الناس محو خواب ہوں تو نماز ادا کرو۔“ ۲۔

۱۔ العقد الفرید، ۱۳۹/۳

۲۔ ایضاً ۱۴۳/۳

مواعظ الآباء للأبناء: اس باب میں مصنف نے والدین کی ان نصائح کو جو اولاد کے باب میں تھیں انہیں نقل کیا، یہاں صرف لقمان حکیم کی نصیحت پر اکتفا کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو:

”حکیم لقمان نے اپنے لڑکے سے کہا! جب تم کسی ایسی مجلس یا محفل میں جاؤ جہاں لوگ ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو سلام کر کے ان کے قریب بیٹھ جاؤ، اور اگر کسی دوسری باتوں میں مشغول ہوں تو سلام کر کے نکل جاؤ“۔ ۱۔

آخر میں مصنف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دعاؤں کو نقل کیا ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں کے دعا مانگنے کا طریقہ کار کیا تھا؟ چند کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے:

ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

”یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک“ ۲۔

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ، لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیء

قدیر“۔ ۳۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ خطبہ کے آخر میں اکثر یہ دعا پڑھتے تھے:

”اللھم اجعل خیر زمانی آخرہ، و خیر عملی خواتمہ، و خیر أيامی یوم

۱۔ العقد الفرید، ۲۵۲/۳

۲۔ ترمذی شریف: باب القدر ص، ۷۔ ابن ماجہ: باب الدعاء، ص ۲۔ باب الدعوات، ص ۸۹-۱۲۳

۳۔ مسلم شریف: باب الایمان، ص ۴۶۔ باب الطہارۃ، ص ۱۷۔ باب الجمعہ، ص ۴۶۔ بخاری

شریف: باب الاذان، ص ۱۵۵

لقائک“۱۔

حضرت عمر فاروقؓ خطبہ کے آخر میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

”اللهم لا تدعنی فی غمّرة، ولا تأخذنی فی غمّرة، ولا تجعلنی من الغافلین“۲۔
اس باب کے آخر میں ابن عبد ربہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام دعاؤں کو اپنی کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے جو آپؐ نے مختلف مقامات پر مختلف وجوہات سے کی تھیں۔ مثلاً:

”الدعاء عند الكرب“، ”دعا المسافر“، ”الدعاء عند الدخول علی السلطان“،
”الدعاء علی الطعام“، ”الدعاء عند الأذان“ اور ”الدعاء عند الطیّرة“ وغیرہ۔

اور اس باب کا اختتام مصنف کے مندرجہ شعر پر ہوا ہے:

بُنِی لئن أَعِیَا الطَّبِیْبُ ابْنَ مُسْلِمٍ ضِنَّاكَ وَأَعِیَا ذَا الْبَیَّانِ الْمُسَجِّعِ
لَأَبْتَلِهِنَّ تَحْتَ الظَّلَامِ بِدَعْوَةٍ مَتَى يَدْعُهَا دَاعٍ إِلَى اللَّهِ يَسْمَعُۃۃ

کتاب الخطب

یہ باب غیر معمولی خصوصیات کا حامل ہے، اس باب میں خطبہ کی افادیت پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ مصنف نے عرب کے خطبہ پیش کرنے کے طریقہ کو بھی نقل کیا ہے۔ اور سلاطین کے دربار میں ادباء اور شعراء کس طرح سے اپنے خطبوں کے ذریعہ رسائی کرتے تھے، اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ عربوں کے نزدیک خطبات افتخار کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اس پہلو کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ مسلم شریف: باب الایمان، ص ۳۵۸

۲۔ بخاری شریف: باب الصلوٰۃ، ص ۲۸

۳۔ العقد الفرید، ۲۲۷/۳

اس باب کا آغاز حضور اکرمؐ کے خطبہ سے ہوا ہے، پھر متقدمین کے خطبات کو پیش کیا گیا، اس کے بعد اجلہ تابعین، خلفاء کرام، فضحاء، حکماء اور خوارج کے خطبات کو اس لیے موضوع بحث بنایا ہے کہ ان میں اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے، مثلاً قطری بن الفجاءة (م ۶۹۷ء) کے عدیم النظیر خطبہ میں دنیا کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور ابو حمزہ کا خطبہ مالک بن انس نے بیان کیا ہے:

قطری بن الفجاءة کا خطبہ ملاحظہ کیجئے:

”صعد قطری بن الفجاءة منبر الأزارقة، وهو أحد بني مازن بن عمرو بن تميم، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال، أما بعد: فاني أحذركم الدينار، فانها حلوة خضرة، حفت بالشهوات، وراقت بالقليل، و تحببت بالعاجلة، و غمرت بالآمال، و تحلت بالأمانى، وأوئنت بالغرور، لا تدوم خضرتها، ولا تؤمن فجعتها، غدارة ضرارة، وحائلة زائلة، و نافذة بائدة، لا تعدو اذا هي تناهت الى أمتته اهل الرغبة فيها و الرضا عنها أن تكون كما قال الله عز و جل:

واضرب لهم مثل الحياة الدنيا كما	اوراے نبیؐ، انہیں حیات دنیا کی حقیقت
أنزلنه من السماء فأختلط به نبات	اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے
الأرض فأصبح هشيماً تذروه الرياح	آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود
وكان الله على كل شيء مقتدرًا۔	خوب گھنی ہو گئی، اور وہی نباتات بھس بن
(کہف: ۱۸/۲۵)	کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑا لے پھرتی

ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

یہ خطبہ بہت طویل ہے تفصیل کے لیے کتاب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔
 حضور اکرمؐ نے بہت سے خطبات دیئے تھے، اور ہر ایک خطبہ اپنی جگہ ایک منفرد اہمیت کا حامل ہے، اور ان میں سب سے اہم خطبہ ”حجۃ الوداع“ ہے، جس کی انفرادیت اپنی جگہ مسلم ہے، انسانی اور تاریخی نوعیت سے یہ خطبہ منشور کی حیثیت رکھتا ہے، اسی وجہ سے ابن عبد ربہ نے صرف خطبہ ”حجۃ الوداع“ پر ہی اکتفا کیا اور اس کے علاوہ بقیہ تمام خطبات کو پیش نہیں کیا، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ”یوم السقیف“ کے موقع پر جو خطبہ دیا تھا اس کو بھی نقل کیا گیا ہے، یہ خطبہ اس وقت دیا گیا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے روپوش ہو گئے تھے اور خلیفہ کا مسئلہ درپیش تھا انصار و مہاجرین جمع تھے، حضرت عمرؓ نے خطبہ دینا چاہا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کو منع کر کے خود خطبہ دینا شروع کیا۔ وہ خطبہ اس طرح ہے:

”أَيُّهَا النَّاسُ! نَحْنُ الْمُهَاجِرُونَ أَوَّلُ النَّاسِ إِسْلَامًا، وَأَكْرَمُهُمْ
 أَحْسَابًا، وَأَوْسَطُهُمْ دَارًا، وَأَحْسَنُهُمْ وَجُوهًا، وَأَكْثَرُ النَّاسِ وَلَا دَةَ فِي
 الْعَرَبِ، وَأَمْسَهُمْ رَجْمًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَسْلَمْنَا قَبْلَكُمْ،
 وَقَدَّمْنَا فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (وَالسَّابِقُونَ
 الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ) فَنَحْنُ
 الْمُهَاجِرُونَ وَأَنْتُمْ الْأَنْصَارُ، إِخْوَانُنَا فِي الدِّينِ، وَشُرَكَائُنَا فِي الْفَيْءِ،
 أَنْصَارُنَا عَلَى الْعَدُوِّ، أَوْتَيْتُمْ وَأَسَيْتُمْ، فَجَزَاكُمْ اللَّهُ خَيْرًا، فَنَحْنُ الْأَمْرَاءُ
 وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ، لَا تَدِينُ الْعَرَبُ إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، فَلَا تَنْفَسُوا عَلَى
 إِخْوَانِكُمُ الْمُهَاجِرِينَ يَا مَنْحَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ“۔^۱

اس کے علاوہ بھی حضرت ابوبکرؓ نے بہت سے خطبات پیش کئے، لیکن طوالت کے پیش نظر

انہیں قلم انداز کیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ کے چند خطبات نقل کئے گئے ہیں، اسی طرح تابعین عظام اور خلفاء کرام کے خطبات بھی نقل کئے گئے ہیں، اور حجاج بن یوسف کے خطبات سے بھی کتاب کو مزین کیا گیا ہے، عربی ادب کی دوسری بنیادی کتابوں مثلاً ”البيان والتبيين“ اور ”عیون الاخبار“ وغیرہ میں جو خطبات پیش کئے گئے ہیں وہ اس انداز کے خطبات نہیں جس طرح ”العقد الفرید“ میں موجود ہیں، کیونکہ العقد الفرید ترتیب و تبویب کے لحاظ سے ان کتابوں سے الگ ہے، اور یہی اس کی امتیازی شان ہے۔

اس باب کے آخر میں مصنف نے چند مشہور خوارج مثلاً قطری بن الفجاءة اور ابو حمزہ کے خطبات کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ اس کے بعد ایک باب ”خطب النکاح“ قائم کر کے مختلف خطباء کے خطبات جو نکاح کے وقت دیئے گئے تھے، پیش کیا ہے۔ مثلاً: عتبہ بن ابی سفیان، سوار القاضی، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز اور خالد بن صفوان وغیرہم کے خطبات جن کے معانی و مفہیم تو یکساں ہیں مگر انداز خطبہ الگ الگ ہیں۔ ۱۔

کتاب اللؤلؤة الثانية فی الفكاهات والملح

ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب کو نہ صرف ایسے ابواب کے تحت ترتیب دی ہیں جن کے مطالعہ سے قاری کو اکتاہٹ محسوس ہو اور اس کتاب کے مطالعہ سے روگردانی کرے بلکہ قاری کی رعایت کرتے ہوئے چند ایسے ابواب قائم کئے گئے ہیں جن سے ادب کا طالب علم فرحت و شادمانی اور لطافت و چاشنی محسوس کرے گا جس کی وجہ سے وہ ہمہ وقت العقد الفرید کے مطالعہ کا خواہشمند ہوگا۔ اسی میں کا ایک باب ”کتاب الفكاهات والملح“ ہے، جس میں قاری کی حتی الامکان رعایت کی گئی ہے، اور اس باب کا طرز اسلوب اور زور بیان بھی دوسرے ابواب کی

طرح ہے، جو ابن عبد ربہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ العقد الفرید بقول ابن خلدون عربی ادب کی بنیادی کتابوں میں شامل نہیں ہے، پھر بھی ادب کے ہر طالب علم کا مرجع و مصدر بنی ہوئی ہے۔

ابن عبد ربہ اس باب کے آغاز میں ”فکاهۃ“ کی تعریف کرتے ہوئے یوں رطب اللسان ہے:

”یہ انسانی طبیعت کی سیرگاہ، دبستگی کا سامان، لذت سماع اور راحت و سرور کا خزانہ ہے۔“

پھر اپنے قول کی تائید میں حدیث نقل کی کہ:

روحوا القلب ساعة بعد ساعة فان
القلوب اذا کلت عمیت۔
وقفہ وقفہ قلب کو فرحت و تازگی بخشو،
کیونکہ قلوب جب پڑ مردہ ہو جاتے
ہیں تو اندھے ہو جاتے ہیں۔

مصنف نے حضرت علیؑ کا ایک قول نقل اس طرح کیا ہے کہ:

”دلوں پر گرفت رکھو اور ان کو مواعظ حسنہ اور کلمات طیبہ کی طرف مائل کرو، کیونکہ وہ اجسام کے مانند بدلتا ہے، اور نفس کو لہو و لعب کی طرف مائل کرتا ہے، اور بد خلق لوگوں کی صحبت اختیار کرنے پر اکساتا ہے، اور راحت و سرور کا طالب ہوتا ہے، اور زاہد لوگوں کی صحبت سے گریز کرتا ہے، ان کی مجالس سے فروتنی اختیار کرتا ہے، اس لیے تم لوگوں نے مذکورہ چیزوں سے اجتناب نہ کیا تو ہلاکت میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاؤ گے، کیونکہ دلوں پر شیطان کی حکومت ہوتی ہے اور وہ انسان کو بُرائی کی طرف مائل کرتا ہے اور نیکی سے بچاتا ہے۔“ ۱۔

اس کے بعد ابن عبد ربہ نے نفس طبع کے لیے چند احادیث جمع کی ہیں۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کے متعلق ایک حدیث نقل کیا:

”وكان النبي يضحك حتى تبدو نواجذه“۔^۱

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھکھلا کر ہنسا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور روایت محمد بن سیرین کی ہے:

”وكان محمد بن سيرين يضحك حتى يسيل لعابه“۔^۲

محمد بن سیرین اتنا ہنستے تھے کہ ان کا تھوک کپڑے پر گر جاتا تھا۔

ایک اور روایت میں نعیمان کے متعلق اس طرح ذکر ہے:

”وكان النبي صلى الله عليه وسلم دخل نعيمان الجنة ضاحكاً، لأنه كان

يضحكني“۔^۳

حضور اکرم فرمایا کرتے تھے کہ وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوگا، کیونکہ وہ مجھے ہنسیا

کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں انہی کے متعلق یوں ہے کہ:

أن النبي دخل عليه وهو أرمذ، فوجدته وهو يأكل تمرأ، فقال له: أتاكل تمرأ

وأنت أرمذ؟ فقال: إنما آكل من الجانب الآخر، فضحك النبي صلى الله عليه وسلم

حتى بدت نواجذه“۔^۴

۱۔ بخاری شریف: باب التوحيد، ص ۳۶

۲۔ العقد الفرید، ۳۷۹/۶

۳۔ بخاری شریف: باب الايمان، ص ۲۶-۴۰۔ مسلم شریف: باب الايمان، ص ۱۰-۱۲

۴۔ بخاری شریف: باب التوحيد، ص ۱۹۔ باب الايمان، ص ۳۰۸۔ باب الاحکام، ۲۰

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعیمان کے پاس تشریف لائے، اس وقت وہ آنکھ کی تکلیف میں مبتلا تھے، لیکن وہ کھجور کھا رہے تھے۔ تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”أناكل تمرأوانت أرمدا“ تو نعیمان نے جواب میں کہا کہ دوسرے جانب سے کھا رہا ہوں، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھکھلا کر ہنسے۔

اسی طرح حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

”يدخل العثمان الجنة ضاحكاً لانه كان يضحكني“۔ ۱

کہ عثمان جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے، کیونکہ وہ مجھے ہنسیا کرتے تھے۔

اسی طرح العقد الفرید میں بہت سے ایسے قصص و واقعات موجود ہیں جن سے متبادر ہے کہ ابن عبد ربہ کی طبیعت میں ظرافت اور مزاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور ظرافت پسندی میں پیش پیش تھا۔

ابن عبد ربہ نے ان واقعات و قصص کے علاوہ بہت ایسے واقعات بھی نقل کئے ہیں جن سے قاری کے اذہان فرحت و مسرت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب ذہن پر بار ثابت نہیں ہوتی، اس کے مواد اور اسالیب میں غیر معمولی کشش ہے، جو قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

کتاب کلام الاعراب

اس باب کی تمہید میں ابن عبد ربہ اعرابی کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ ”وہ لوگ باوجود دیہاتی اور بدو ہونے کے ان کی زبان بہت عمدہ اور انداز بیان دوسروں سے جداگانہ ہے، اور وہ لوگ جب کسی کی بات کا جواب دیتے تھے تو اس انداز سے کہ سائل ان کے جواب سے

مطمئن ہو جاتا تھا۔“ اس سلسلے کے چند واقعات نقل کئے گئے ہیں۔

ابن عبد ربہ نے ایک روایت نقل کی کہ ایک شخص نے منقر سے کہا کہ خالد بن صفوان نے ایک دفعہ صلحنامہ کے متعلق ایسی گفتگو کی جس کی نظیر اور لوگوں کے یہاں نہیں ملتی۔ اور ایک اعرابی جو مونے کپڑے میں ملبوس تھا، اور اس کے پیر جوتے سے خالی تھے۔ اس نے خالد بن صفوان کی بات کا ایسا جواب دیا کہ میں حیران ہو کر رہ گیا، اور میں چاہتا تھا کہ موت سے قبل اس کی بات کو ایک دفعہ ضرور سن لوں۔ ۱۔

اسی تمہیدی خطبہ میں مصنف نے ایک اور روایت نقل کی کہ ربیعۃ الرأی اور ایک اعرابی کے درمیان بلاغت کے متعلق گفتگو ہوئی تھی، ایک روز ربیعۃ الرأی علم کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، تو اعرابی نے ان سے سوال کیا کہ بلاغت کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ جواب میں کہا ”قلة الكلام و ايجاز الصواب“ اس کے بعد ربیعۃ الرأی نے اعرابی سے کہا، کہ تم ”عی“ (مانی الضمیر کی ادائیگی نہ کر پانا) کے متعلق کیا فرماتے ہو؟ اعرابی نے جواب دیا کہ آج تک تم جس چیز میں تھے۔ اس جواب سے ربیعۃ کو اس طرح سکتہ ہوا کہ محسوس ہونے لگا کہ اس کو پتھر کا لقمہ دے دیا گیا ہو۔ ۲۔

اس باب کے آغاز میں ابن عبد ربہ نے ایک باب ”قول الأعراب فی الدعا“ کے نام سے قائم کیا، کہ اعرابی کس طرح دعا مانگتے تھے، اور کس موقع سے متعلق کس طرح دعا مانگنی چاہئے، اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، اور بہت سے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

عمرو بن غیلان کی روایت کو ابن عبد ربہ نے یوں نقل کیا ہے کہ: ”اگر کسی انسان کو دعا سننے کی خواہش ہو تو اس کو چاہیئے کہ اعرابی کی دعا سنے“۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک قول ہے

کہ ”اعرابی سے بہتر کوئی ایسا طبقہ نہیں جسے ان کے مقابل پیش کیا جاسکے، اگر ان میں گنوار پن نہ ہوتا“۔ ۱

ابن عبد ربہ نے اعرابی کی متعدد دعائیں کتاب میں نقل کی ہیں۔ ایک دعا ملاحظہ ہو:

”یا عماد من لا عماد له، ویا رکن من لا رکن له، ویا مجیر الضعفاء، ویا منقذ الفرقی، ویا عظیم الرجاء، انت الذی سبح لك سواد اللیل و بیاض النهار وضوء القمر و شعاع الشمس و حفیف الشجر و دوی الماء، یا مُحسن، یا مُجمل، یا مُفصل، لأسألك الخیر بخیر هو عندی، ولكنی أسألك برحمتك، فاجعل العافیة لی شعاراً، و دثاراً، و جنة دون کل بلاء“۔ ۲

اس کے علاوہ بھی بہت سی دعائیں جن کو مصنف نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہیں۔ مختلف مقامات پر مختلف نوعیت سے دعائیں منقول ہیں۔ کبھی انہوں نے عرفات کے میدان میں ٹھہرتے وقت دعا کی، تو کبھی طواف کعبہ کے درمیان، کبھی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت دعا کی، الغرض اعرابی نے مختلف جگہوں پر دعائیں کیں۔ اعرابی کی دعائیں مندرجہ ذیل ابواب کے تحت جمع کی گئی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

”قولہم فی الرقائق“، ”قولہم فی الاستطعام“، ”قولہم فی المواعظ والذہد“، ”قولہم فی المدح“، ”قولہم فی الذم“، ”قولہم فی الغزل“، ”قولہم فی الخیل“، ”قولہم فی الغیث“، ”قولہم فی البلاغة والایجاز“، ”قولہم فی حسن التوقیع وحسن التشبیہ“، ”قولہم فی المناکح“، ”قولہم فی النوادر والمُلح“ اور قولہم فی الطعام۔ وغیرہ۔

۱۔ العقد الفرید، ۴۱۸/۳

۲۔ ایضاً ۴۲۳/۳

ان تمام ابواب کے ذیل میں مصنف نے اعرابی کی تمام دعاؤں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ قاری کو اعرابی کی حقیقت کا علم ہو سکے اور ان کے طرز تکلم کا پتہ چل سکے۔ اور ان کا طرز اسلوب کیسا تھا، اور کسی سائل کے سوال کا جواب کس طرح دیتے تھے، اور اپنے جوابات سے سائل کو کس طرح خاموش کر دیتے تھے، باوجودیکہ وہ لوگ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے، اور نہ ان میں دوسری قوموں کی تہذیب تھی، پھر بھی زبان میں جو سلاست و روانی تھی وہ دیگر اقوام میں موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اس بات کے خواہشمند رہا کرتے تھے کہ کوئی اعرابی دربار رسالت میں حاضر ہوتا کہ وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب کرے اور مجلس میں رونق ہو، کیونکہ حضور اعرابی کے طرز گفتگو سے اعراض نہیں کرتے تھے، وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ان پڑھ تھے، ان کو نہ تو مجلس میں بیٹھنے کے آداب معلوم تھے، نہ مجلس میں سوال و جواب کا طریقہ، اور نہ ہی بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ پیش آنے کے انہیں طریقے معلوم تھے۔ وہ لوگ مجالس انبیاء میں موٹے کپڑے اور بغیر جوتے اور چپل کے حاضر ہوتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب کرتے وقت ان لوگوں کو جھجک محسوس نہیں ہوتی اور نہ عاد، ان کی باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام لطف اندوز ہوتے تھے۔ مذکورہ گفتگو کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ابن عبد ربہ نے اعرابی کے کلام اور دعاؤں سے عربی ادب کی دنیا کو روشناس کرایا اور اپنی کتاب کو دیگر عربی ادب کی بنیادی کتابوں سے ممتاز بنانے میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔

کتاب الزمرۃ الثانیۃ فی فضائل الشعر

ابن عبد ربہ کو نہ صرف یہ کہ نثر نگاری پر قدرت حاصل تھی بلکہ شعر و شاعری کے میدان میں بھی اس نے طبع آزمائی کی اور اس کے اشعار نے اسے عربی دنیا میں عزت بخشی، ابن عبد ربہ کا

دیوان بھی ترتیب دیا گیا ہے، لیکن راقم کی دسترس سے باہر ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان کے دیوان کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شاعری سے علماء اور ادباء محروم نہ ہو سکیں، کیونکہ اس نے اپنے اشعار کو اپنی کتاب میں جگہ بہ جگہ مختلف عناوین کے تحت ذکر کر دیا ہے، جس سے ادباء اور شعراء نے استفادہ کیا۔ اور اس نے اشعار کی عظمت، فضیلت کو سمجھتے ہوئے ایک باب ”کتاب فضائل الشعر“ کے نام سے قائم کی، اور اپنے تمہیدی خطبہ میں اشعار کی تعریف اور اس کی عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے سب سے معلقہ کے متعلق بتایا کہ وہ سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اسکو ”مذہبہ امرؤ القیس“ اور ”مذہبہ زہیر“ وغیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کے بعد ان شعراء کے پہلے مصرع کو ذکر کیا ہے۔ ۱۔

پھر ابن عبد ربہ نے شعراء کی عظمت کے بارے میں بحث کرتے ہوئے متعدد حضرات کے اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً:

سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا کہ ایک دفعہ آپ کے سامنے امرؤ القیس کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ شعراء کا رہنما اور ان کا علمبردار ہے۔

ایک روایت حضرت عمر فاروقؓ کی نقل کی کہ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک وفد آیا، تو ان حضرات سے حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (یعنی حطیہ) یہ اشعار کہے وہ سب سے بڑا شاعر ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

حلفت فلم أترك لنفسك ريةً وليس وراء الله للمرء مذهب ۲

بعض ادباء کا خیال ہے کہ نابغہ ذبیانی سب سے بڑا شاعر ہے۔ جس کا شعر اس طرح ہے:

أتيتك عارياً خلقاً ثيابي على وجل تظنّ بي الظنون

۱۔ العقد الفرید، ۲۶۹/۵

۲۔ شعر الحطیہ، ص ۹۰

فألفيت الأمانة لم تنحنها كذلك كان نوح لا يخون^۱

اس کے علاوہ بھی بہت سے اشعار ابن عبد ربہ نے نقل کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی کسی نے نابغہ کو فضیلت دی تو کبھی لبید کو، کبھی امرؤ القیس کو تو کبھی حطیہ وغیرہ کو۔ اس کے بعد مصنف نے بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام اور خلفاء کرام کے نام شمار کرائے ہیں جنہوں نے شاعری کے میدان میں قبولیت عام حاصل کی ہیں۔

سعید بن المسیب کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے شاعری کی مگر ان تینوں حضرات میں سب سے افضل اور عمدہ شاعری حضرت علیؓ نے کی تھی۔ کیونکہ غزوہ صفین کے موقع پر انہوں نے جس انداز سے اشعار کہے وہ ایک ماہر ادیب اور قادر الکلام شاعر ہی کر سکتا ہے۔ ملاحظہ ہوں:

لمن رایة سوداء یخفق ظلها اذا قیل قد مها حضین تقدما

یقد مها فی الصف حتی یرھا حیاض المنا یا تقطر السم والدما

جزی اللہ عنی والجزاء بکفہ ربیعة خیرا ما أعف وأکرما^۲

اس کتاب میں صحابہ اور تابعین کے مختلف موضوعات کے تحت اشعار جمع کئے گئے ہیں مثلاً:

”قولہم فی المدح“، ”قولہم فی الغزل“، ”من رفعہ المدح ووضعه الہجاء“

، ”الاستعارة“، ”اختلاف الشعراء فی المعنی الواحد“ اور ”قولہم فی الہجاء“ وغیرہ۔

آخر الذکر عنوان کے آغاز میں ابن عبد ربہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول پیش کیا۔ قرآن

کریم کی آیت ملاحظہ ہوں:

والشعراء یتبعہم الغاؤن، ألم تر انہم رہے شعراء تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے

۱۔ دیوان النابغة الذبیانی: (رتبہ) الشیخ عبد الرحیم سلام مطبعة المصباح، بیروت۔ ص ۱۱۵-۱۱۴

۲۔ دیوان سیدنا علیؓ: (رتبہ) نور محمد بن قاضی مطبعة الکریمی الکائن، بمبئی۔ ص ۱۰۹

فی کل وادّ یھیمون، وأنھم یقولون
 مالا یفعلون، الا الذین آمنوا و عملوا
 الصالحات و ذکر اللہ کثیراً و انتصرو
 من بعد ما ظلموا و سیعلم الذین ما
 ظلموا ائی منقلب ینقلبون۔
 (الشعراء: ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱)

لوگ چلا کرتے ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں ہو
 کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی
 باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ بجز ان
 لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے
 نیک عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے
 یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف
 بدلہ لے لیا، اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب
 معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس انجام سے
 دوچار ہوتے ہیں۔

اس آیت کی توضیح و تفسیر میں مولانا مودودی فرماتے ہیں: شاعروں کے ساتھ لگے رہنے
 والے لوگ اپنے اخلاق، عادات و خصائل اور افتاد مزاج میں ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوتے
 ہیں جو محمدؐ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ دونوں گروہوں کا فرق ایسا کھلا ہوا فرق ہے کہ ایک نظر دیکھ کر
 ہی آدمی جان سکتا ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں اور وہ کیسے، ایک طرف انتہائی سنجیدگی، تہذیب،
 شرافت، راستبازی اور خدا ترسی ہے، بات بات میں ذمہ داری کا احساس ہے، معاملات میں
 کمال درجہ کی دیانت و امانت ہے، اور جب زبان کھلتی ہے تو خیر ہی کے لیے کھلتی ہے، دوسری
 طرف حال یہ ہے کہ کہیں عشق بازی اور شراب نوشی کے مضامین بیان ہو رہے ہیں اور حاضرین
 اچھل اچھل کر ان پر داد دے رہے ہیں۔ کہیں کسی زبان بازی یا کسی کی گھر بہو بیٹی کا حسن موضوع
 سخن ہے اور سننے والے اس پر مزے لے رہے ہیں۔ کہیں جنسی مواصلت کی حکایت بیان ہو رہی
 ہے اور پورے مجمع پر شہوانیت کا بھوت مسلط ہے، ان مجلسوں میں شاعروں کے پیچھے جو لوگ لگے

پھرتے ہیں ان کو دیکھ کر کوئی شخص یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ اخلاق کی بندشوں سے آزاد، جذبات و خواہشات کی رو میں بسنے والے، اور لطف و لذت کے پرستار، نیم حیوان قسم کے لوگ ہیں جن کے ذہن کو کبھی یہ خیال چھو بھی نہیں گیا ہے کہ دنیا میں انسان کے لیے زندگی کا کوئی بلند تر مقصد اور نصب العین بھی ہو سکتا ہے، اور اگر سب کچھ دیکھ کر بھی کوئی محض حق کو نیچا دکھانے کے لیے ایمان نگل کر یہ کہتا ہے کہ محمدؐ اور ان کے گرد جمع ہونے والے لوگ اسی قبیل کے ہیں جیسے شعراء اور ان کے پیچھے لگے رہنے والے لوگ ہوتے ہیں، تو وہ جھوٹ بولنے میں بے حیائی کی ساری حدیں پار کر گیا ہے۔

یعنی کوئی ایک متعین راہ نہیں ہے جس پر وہ سوچنے اور اپنی قوت گویائی صرف کرتے ہوں، بلکہ ان کا سن فکر ایک بے لگام گھوڑے کی طرح ہر وادی میں بھٹکتا پھرتا ہے اور جذبات یا خواہشات و اغراض کی ہر نئی روان کی زبان سے ایک نیا مضمون ادا کرتی ہے جسے سوچنے اور بیان کرنے میں اس بات کا کوئی لحاظ سرے سے ہوتا ہی نہیں کہ یہ بات حق اور صدق بھی ہے، کبھی ایک لہر اٹھی تو حکمت و موعظت کی باتیں ہونے لگیں اور کبھی دوسری لہر اٹھی تو اسی زبان سے انتہائی گندے سفلی جذبات کا ترشح ہو گیا۔ کبھی کسی سے خوش ہوئے تو اسے آسمان پر چڑھا دیا اور کبھی بگڑ بیٹھے تو اسی کو تحت الثریٰ میں جا گرایا۔ شعراء کی ان معروف خصوصیات سے جو شخص واقف ہو اس کے دماغ میں آخر یہ بے تکی بات کیسے اتر سکتی ہے کہ اس قرآن کے لانے والے پر شاعری کی تہمت رکھی جائے جس کی تقریر چچی تلی، جس کی بات دو ٹوک، جس کی راہ بالکل واضح اور متعین ہے اور جس نے حق اور راستی اور بھلائی کی دعوت سے ہٹ کر کبھی ایک کلمہ بھی زبان سے نہیں نکالا ہے۔

قرآن حمید میں ایک دوسرے مقام پر نبیؐ کے متعلق فرمایا گیا کہ آپؐ کے مزاج کو تو

شاعری کے ساتھ سرے سے کوئی مناسبت ہی نہیں تھی کہ:

وما علّمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان
ہم نے ان کو (نبیؐ) کو نہیں شعر سکھایا ہے
ہو الا ذکر و قرآن مبین۔
اور نہ شاعری ان کو زیب دیتی ہے، یہ
(یٰسین: ۶۹/۳۶)

والی کتاب۔

یہ ایک ایسی حقیقت تھی کہ جو لوگ بھی نبیؐ سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے وہ سب اسے جانتے تھے، معتبر روایات میں آیا ہے کہ کوئی شعر حضورؐ کو پورا یاد نہ تھا۔ دوران گفتگو میں کبھی کسی شاعر کا کوئی اچھا شعر زبان مبارک پر آتا تو غیر موزوں پڑھ جاتے تھے، یا اس میں الفاظ کا الٹ پھیر ہو جاتا تھا۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران تقریر میں آپؐ نے شاعر کا مصرع یوں نقل کیا:

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناہیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اصل مصرع یوں ہے:

کفی الشیب والاسلام للمرء ناہیا۔

ایک مرتبہ عباس بن مرداس سلمیٰ سے آپؐ نے پوچھا کیا تم ہی نے یہ شعر کہا ہے؟

اتجعل نہی العبید و بین الاقرع و عینہ۔

انہوں نے عرض کیا کہ آخری فقرہ یوں نہیں ہے بلکہ یوں ہے: ”بین عینہ والاقرع“

آپؐ نے فرمایا معنی میں تو دونوں یکساں ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اشعار بھی اپنی تقاریر میں استعمال فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ شعر سے بڑھ کر آپ ﷺ کو کسی چیز سے نفرت نہ تھی،

البتہ کبھی کبھار بنی قیس کے شاعر کا ایک شعر پڑھتے تھے، مگر اول کو آخر اول پڑھ جاتے۔
یہاں شعراء کی اس عام مذمت سے اوپر بیان ہوئی ان شعراء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو چار
خصوصیات کے حامل ہوں:

اول: یہ کہ وہ مومن ہوں۔

دوسرے: یہ کہ اپنی عملی زندگی میں صالح، بدکار اور فاسق و فاجر نہ ہوں۔

تیسرے: یہ کہ اپنے عام حالات اور واقعات، اور اپنے کلام میں بھی اللہ کو کثرت سے
یاد کرنے والے ہوں۔

چوتھی: صفت یہ کہ وہ شخص حصول اغراض کے لیے تو کسی کی ہجو نہ کریں، نہ ذاتی یا نسلی و
قومی عصبیتوں کی خاطر انتقام کی آگ بھڑکائیں۔ مگر جب ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت
کے لیے ضرورت پیش آئے تو پھر زبان سے وہی کام لیں جو ایک مجاہد شمشیر و سنان سے لیتا ہے۔
اسی کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ کفار و مشرکین کے شاعر اسلام اور نبیؐ کے خلاف الزامات کا
جو طوفان اٹھاتے اور نفرت و عداوت کا جو زہر پھیلاتے تھے اس کا جواب دینے کے لیے حضورؐ
شعراء اسلام کی ہمت افزائی فرمایا کرتے تھے۔ اسی کے بارے میں ابن عبد ربہ نے ایک
روایت نقل کی۔ ایک دفعہ ابوسفیان نے اشعار کے ذریعہ مذہب اسلام کی ہجو کی، تو حضورؐ نے
حضرت حسان بن ثابتؓ کو ان کی ہجو کا جواب اشعار ہی سے دینے کا حکم صادر فرمایا اور ساتھ میں
یہ بھی کہا ”جاؤ جبرائیل امین تمہارے ساتھ ہیں“ ۱۔

ان تمام روایت سے واضح ہے کہ اگر کسی کی ہجو کی تو اس کی ہجو کے جواب میں اس کی ہجو کی
جاسکتی ہے، باوجودیکہ حضورؐ نے کبھی شاعری نہیں کی اور نہ ہی شعر گوئی کی طرف راغب ہوئے

۱۔ مولانا مودودیؒ: تفہیم القرآن، جمال پرنٹنگ، پریس، دہلی۔ ۴۹/۳۔ ۵۴۶۔

۲۔ العقد الفرید، ۲۹۴/۵

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

مصنف نے اسی باب کے تحت ایک باب ”ما يجوز في الشعر مما لا يجوز في الكلام“ کے نام سے قائم کر کے اس بات کو ثابت کیا کہ چند چیزیں ایسی ہیں جو صرف نقل کی کہ ”بعض چیزیں شعراء کے لیے جائز ہیں جو دیگر لوگوں کے لیے جائز نہیں۔ مثلاً: مختصر کلام کو طویل کر کے پیش کرنا اور طویل کو مختصر کر کے، حرف ساکن کو متحرک بنا کر پیش کرنا اور متحرک کو ساکن بنا کر۔ اور ایسے کلمہ کو حذف رکنا جو دوسرے کلمہ کے ساتھ ضم نہ ہو۔ جیسے ”فل“ یہ ”فلان“، اور ”حم“ یہ ”حمام“ سے ہے، اپنے اس قول کی تائید میں شعر پیش کیا کہ:

وجاءت حوادث من مثلها يقال لمثلک : ويها فل

اور مسلم بن ولید کا شعر اس قول کی تائید کرتی ہے:

سل للناس الى سائل الله وحده وصائن وجهي عن فلان وعن فل

کسی شاعر نے یوں کہا:

دعاء حمامات تجاوبها حم - ۲

اس کے علاوہ بھی بہت سے شعراء کے اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ جن سے مصنف کے قول

کی تائید ہوتی ہے۔

اس باب کے آخر میں مصنف نے ایک باب ”قولهم في الرياض“ کے نام سے قائم کر کے ان شعراء کے اشعار جنہوں نے باغات کے حسن و جمال اور سرسبز و شاداب کی تصویر کشی کی ہے، مثلاً: بختری، ابن ابوطاہر، ابونواس، ابن ابی زرعہ اور حسن بن وہب وغیرہ کے اشعار پیش کئے ہیں اور مصنف کے اشعار پر ہوا ہے:

وروضة عقدت أیدی الربیع بها نوراً بنور و تزویجاً بتزویج
 بملقح من سوار یها و ملقمة و ناتج من غواد یها و منتوج
 تو شحت بملاة غیر ملحمة من نورها و رداء غیر منسوج
 فألبست حلل الموشى زهرتها وجللتها بأنماط الدیابیح^۱
 ابن عبد ربہ نے العقد الفرید میں دوسو شعراء کے دس ہزار سے زائد اشعار کو جگہ بہ جگہ
 موضوعات کے مطابق نقل کئے ہیں۔ جس سے مصنف کے اعلیٰ شاعرانہ ذوق کا اندازہ ہوتا ہے،
 وہ ہر دور کے مشہور شعراء کے کلام کو مختلف عناوین کے تحت بطور استدلال نقل کیا ہے۔
 جاملی اور اسلامی دور کے شعراء: نابغہ ذبیانی، امرؤ القیس، طرفہ، عشی، حسان بن ثابت،
 لبید بن ربیعہ، عنترہ اور مہاہیل وغیرہ کے اشعار نقل کئے ہیں، ان شعراء نے کن کن موضوعات
 کے تحت شاعری کی ہے، اسے ملاحظہ کیجئے:

نابغہ ذبیانی ”باب صفة السلاح“ میں تلوار کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:
 یقْد السِّلوقی المضاعف نسجه ویوقد فی الصِّفاح نار الحباحب
 بضرب یزلّ الهام عن سکنتها وطعن کا نزاع المخاض اضلوب^۲
 امرؤ القیس ”باب من رثی اخوته“ کے تحت اپنے بھائی کے جذبات کا اظہار اس طرح
 کیا ہے:

ألا یا عین جودی لی شنیأ و بکیّ للملوك الذاهبنا
 ملوک من بنی صخر بن عمرو یقادون العشیة یقتلوننا
 فلم تغسل رؤسهم بسدر ولکن فی الدما مزملینا

۱۔ العقد الفرید، ۴۲۳/۵

۲۔ دیوان النابغہ الذبیانی، ص ۱۱

فلو يوم معركة أُصيبوا و لكن في ديار بنی مرینا
 شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضورؐ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے لیے جو
 مرثیٰ کہے تھے، ان کو ابن عبد ربہ نے ”باب مرثیٰ الاشراف“ کے تحت جمع کر کے اس طرح
 پیش کیا ہے:

حضور کی شان میں مرثیہ کے چند اشعار اس طرح ہیں:

بطيبة رسم للرسول ومعه	منير وقد تعفوا الرسوم وتهمد
ولا تمنحی الآيات من دار حرمة	بها منبر الهادي الذي كان يصعد
وواضح آيات وباقي معالم	وربع له فيه مصلى ومسجد
بها حجرات كان ينزل وسطها	من الله نور يستضاء ويوقد
معالم لم تطمس على العهد آيها	أتاها البلى فالآي منها تجد
عرفت بها رسم الرسول وعهده	وقبراً به أرواه في التراب ملحد ^۱

حضرت ابوبکرؓ کے متعلق مرثیہ ملاحظہ ہو:

واذا تذكرت شجوا من أحيى ثقة	فاذكر أخاك ابابكر بما فعلا
خير البرية أتقاها وأعدلها	بعد النبي وأوفاها بما حملا
الثاني اثنين والمحمود ومشهده	وأول الناس طرا صدق الرسلا
وكان قد حب رسول الله قد عملوا	من البرية لم يعدل به رجلا ^۲

حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں مرثیہ اس طرح کہا تھا:

۱۔ دیوان امرؤ القیس، ص ۲۰۰

۲۔ دیوان حسان بن ثابت: عبد الرحمن البرقوتی، دار الاندلس، بیروت۔ ص ۱۳۵

۳۔ دیوان حسان بن ثابت، ص ۹۲

و فجعنا فيروز لا در دره بأبيض يتلوا المحكمات منيب
 روؤف على الأدنى غليظ عل لعدا أخى ثقة في النائبات نجيب
 متى ما يقل لا يكذب القول فعله سريع الى الخيرات غير قطوب ل
 مہلہل نے اپنے بھائی کلیب بن وائل پر جو مرثیہ پیش کیا تھا، اس کو بھی مصنف نے
 ”مراثی الاشراف“ میں جمع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ذهب الخيار من المعاشر كلهم وأستب بعدك يا كليب المجلس
 وتناولوا من كل أمر عظيمة لو كنت حاضر أمرهم لم ينسبوا ل
 امیہ دور کے مشہور شعراء میں: جریر، اخطل، فرزدق، ابن ابی ربیعہ اور جمیل وغیرہ قابل ذکر
 ہیں۔ جن کے اشعار سے ہر دور کے ادباء استدلال کرتے ہیں، ابن عبد ربہ نے بھی ان شعراء
 کے اشعار سے اپنی گرانقدر کتاب کو ممتاز بنانے کی کوشش کی ہے اور ان کے اشعار کو مختلف
 موضوعات کے تحت نقل کئے ہیں۔

جریر نے عہد شباب کو اپنی شاعری کا مرکزی عنوان قرار دیا ہے، اور ابن عبد ربہ نے اپنی
 کتاب میں ”باب الشباب والصحة“ کے نام سے باب قائم کر کے بہت سے شعراء کے اشعار
 پیش کئے، وہیں جریر کے اشعار بھی پیش کئے ہیں۔ جریر کہتا ہے:

ولّى الشباب حميدةً أيامه لو كان ذلك يشترى أو يرجع ل
 اخطل نے بنی امیہ کے دشمنی کے خوف سے چند اشعار کہے تھے، جس کو ابن عبد ربہ نے

۱۔ دیوان حسان بن ثابت، ص ۹۶

۲۔ المہلہل، ص ۴

۳۔ محمد اسماعیل: شرح دیوان جریر، دار الانس، بیروت-۳۶۳

”باب التحفظ من العدو ان أبدى لك المودة“ کے نام کے تحت نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

بُنِي أُمِيَّةُ اِنِّي نَاصِحٌ لَكُمْ فَلَا يَبِينُ فِكْمُ آمِنًا زَفَرُ
وَ اتَّخَذُوهُ عَدُوًّا اِنْ شَاهَدَهُ وَمَا تَغِيبُ مِنْ اَخْلَاقِهِ وَ عَرِ
اِنْ الضَّغِينَةُ تَلْقَاهَا وَ اِنْ قَدُمْتُ كَالْعَدِّ يَكْمُنُ حِينًا ثُمَّ يَنْتَشِرُ ۱

فرزدق نے حضرت عثمانؓ کی شہادت پر جو مرثیہ پیش کیا تھا، اس کو ابن عبد ربہ نے ”باب مراثی الاشراف“ میں شامل کر کے اس طرح پیش کیا ہے:

اِنْ اَلْخِلَافَةَ لَمَّا اَظْعَنْتَ ظَعْنَتْ مِنْ اَهْلِ يَثْرِبٍ اِذْ غِيَرُ الْهَدْيِ سَلَكُوا
صَارَتْ اِلَى اَهْلِهَا مِنْهُمْ وَ وَاَرِثَهَا لَمَّا رَأَى اللّٰهُ فِي عِثْمَانَ مَا اَنْتَهَكُوا
السَّافِكِي دَمَهُ ظُلْمًا وَ مَعْصِيَةً اَتَى دَمٌ لَّا هَلْوَ مِنْ غِيْهِمْ سَفَكُوا ۲

اسی طرح مصنف نے عباسی دور کے مشہور شعراء، مثلاً: ابونواس، بختری، ابوتمام، ابوالغائب، بشار بن برد اور مسلم بن الولید کے اشعار سے بھی مختلف عناوین کے ذیل میں استدلال کئے ہیں اور ان کے اشعار کے ساتھ اپنے اشعار بھی پیش کئے ہیں۔ یہاں صرف ابن عبد ربہ کے اشعار پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔ باقی شعراء کے اشعار کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ابن عبد ربہ نے لوگوں سے محبت کرنے کے بارے میں باب ”التحبب الى الناس“ قائم کر کے دوسرے شعراء کے ساتھ اپنے اشعار بھی پیش کئے ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

وَجْهٌ عَلَيْهِ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينٌ، وَمَحَبَّةٌ تَجْرِي مَعَ الْاَنْفَاسِ
وَ اِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ يَوْمًا عَبْدَهُ أَلْقَى عَلَيْهِ مَحَبَّةً لِلنَّاسِ ۳

۱۔ الاخطل، المطبعة الكاثوليكية، بيروت - ص ۴۰

۲۔ دیوان الفرزدق: (رتبہ) عبد الله اسماعيل الصاوي مطبعة الصاوي - القاهرة - ص ۳۴۵

۳۔ العقد الفريد، ۱۶/۲ - ۳۱۵

اس شعر کے اندر مصنف نے جس جامعیت و انفرادیت کا ثبوت دیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر کو عربی زبان و ادب پر قدرت حاصل تھی اور وہ کسی بھی بات کو شعر کے انداز میں پیش کرنے کی بھرپور صلاحیت کا مالک تھا۔

کتاب الجوہرۃ الثانیۃ فی أعارض الشعر و علل القوافی ابن عبد ربہ نے اس باب کے ضمن میں شعر کے عروض و قوافی پر روشنی ڈالی ہے، اور اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کئے ہیں۔ ایک میں عروض و قوافی کے قواعد پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس فن کو سمجھنے کے لیے کن کن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، اور دوسرے میں اس کی امثال کو پیش کی ہیں۔

اس باب میں مصنف نے ایک باب ”باب الاسباب والافاتاد“ کے نام سے قائم کر کے عروض کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے بحث کی ہے، ابن عبد ربہ کا خیال ہے کہ عروض کی بنیاد آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے، وہ یہ ہیں:

فاعلاتن، فاعلن، مفاعیلن، فاعلاتن مستفععلن، مفاعلتن، متفاعلن، مفعولات۔

مصنف نے ”اسباب وافاتاد“ دونوں کی دو دو اقسام بیان کی ہیں:

”سبب خفیف“، اور ”سبب ثقیل“۔

سبب خفیف میں دو حرف ہوتے ہیں، اس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے۔ مثلاً: ”مِنْ“ اور ”عَنْ“ وغیرہ۔

سبب ثقیل میں بھی دو حرف ہوتے ہیں، اس کے دونوں حروف متحرک ہوتے ہیں۔ مثلاً:

”بِكَ“ اور لَكَ“ وغیرہ۔

”وَتَدْمَفْرُوقُ اور وِتْدَمْجُوعُ“۔

وِتْدَمْجُوعُ میں تین حرف ہوتے ہیں۔ اس کے دونوں حروف کے درمیان ایک حرف ساکن ہوتا ہے۔ مثلاً: ”أَيْنَ“ اور ”كَيْفَ“ وغیرہ۔

وِتْدَمْجُوعُ کے بھی تین حرف ہوتے ہیں، اس کا پہلا دونوں حرف متحرک اور آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔ مثلاً: ”عَلَى“ اور ”إِلَى“ وغیرہ۔

ان تمام چیزوں کی مثالیں مصنف نے اپنے اشعار کے حوالے سے پیش کی ہیں۔ ملاحظہ

ہوں:

وبعد ذا الأسباب والأوتاد	فانها لقولنا عماد
فالسبب الخفيف اذ يُعد	محرك وساكن لا يعدو
والسبب الثقيل في التبيين	حركتان غير ذى تنوين
والوتد المفروق والمجموع	كلاهما في حشوه ممنوع
انما اعتل من الاجزاء	في الفصل والفائى والابتداء
فالوتد المجموع منها فافهن	حركتان قبل حرف قد سکن
والوتد المفروق من هذين	مسکّن بین حرکتین
فهذه الاوتاد والاسباب	لهما ثبات ولها ذهاب
وانما عروض كل قافية	جارّ على أجزائها الثمانية

اسی طرح مصنف نے اس باب کے تحت جتنے عنوانات قائم کئے ہیں ہر ایک کی تعریف مع

امثال بیان کرنے کے بعد اس کو اشعار کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ مثلاً:

”باب الزحاف“، ”باب الزحاف المزدوج“، ”علل الأعاريض والضروب“، ”باب الجرم“ اور ”باب التعاقب والتراقب“۔ وغیرہ قابل ذکر موضوعات ہیں۔ جن کی تفصیلات العقد الفرید میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اس باب کے دوسرے حصے کو مصنف نے امثال کے لیے مختص کر دیا ہے۔ اور ان میں عروض وقوافی کے متعلقہ تمام امثال بیان کر دی ہیں۔ مثلاً:

”شطر الطویل“، ”شطر المدید“، ”شطر البسیط“، ”شطر الوافر“، ”شطر الكامل“، ”شطر الهزج“، ”شطر الرجز“، ”شطر الرمل“، ”شطر السريع“، ”شطر المنسرج“، ”شطر الخفیف“، ”شطر المجتث“ اور شطر المتقارب“ وغیرہ۔

عروض کے مذکورہ اوزان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ایک کی تعریف، اس کی اقسام اور ان کی امثال بھی مفصل طور پر بیان کی گئیں جو العقد الفرید کی ادبیت و علمیت کو نمایاں کرتی ہیں۔ ہر ایک کی تعریف اور ان کی امثال بیان کرنے کا موقعہ نہیں، اس لیے صرف ”شطر الطویل“ پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔ باقی امثال کی تفصیل وضاحت کے لیے العقد الفرید دیکھا جاسکتا ہے۔

ابن عبد ربہ نے تمام امثال کو مع تعریف و اوزان کے بیان کر کے عربی ادب میں ایک نیا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ عربی ادب کا ایسا مصدر ہے جس کا موازنہ ادبی کتابوں سے نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے مماثل ہو سکتی ہے، مذکورہ وجوہات کی بنا پر العقد الفرید کو امتیازی درجہ حاصل ہے۔

عربی ادب کی مشہور کتب یعنی ”کتاب الأمالی“، ”کتاب البیان والتبیین“، ”کتاب الكامل“ اور ”أدب الکاتب“ کا جب بھی کوئی طالب علم مطالعہ کرے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ یہ ایک سلسلہ ہے ادبی روایات اور عربوں کی ثقافت کو پیش کرنے کا۔ ان کتب

ادبیہ میں بہت سے موضوعات تقریباً مشترک ہیں۔ مذکورہ کتابیں عربوں کی زبان، تہذیب و تمدن، نحو و صرف کے قصے، لغت کی باریکیاں، عربوں کی دانشوری اور ان کی زبان و بیان سے شغف کا ایک عمدہ نمونہ پیش کرتی ہیں۔ مثلاً: خطبات کو لیجئے جو خطبات کتاب البیان والتبیین اور عیون الاخبار میں پیش کئے گئے ہیں وہی خطبات العقد الفرید میں بھی ہیں۔ بلکہ چند خطبات مذکورہ کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔ اور جو خلفائے اربعہ کے اقوال کتاب البیان میں ہیں وہی دیگر کتب ادبیہ میں ہیں۔ اور جو ادب و نقد اور شعر و روایات کے مباحث ایک کتاب میں ہیں وہی دوسری کتب میں بھی ہیں۔ اس طرح یہ بین ہے کہ ادب کے بنیادی کتابوں میں ثقافتی، تہذیبی، نحوی، صرفی، لغوی اور شعری اعتبار سے تشابہ موجود ہے، اور مختلف ادبی عناصر کی جلوہ گری موجود ہے۔ البتہ ایک بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہر کتاب کی خصوصیت و اہمیت اپنی اپنی جگہ الگ ہے۔ مثلاً العقد الفرید میں تاریخ اسلام اور خلفاء کا ذکر باعث امتیاز ہے، ظاہر ہے کہ ادبی پس منظر میں ان کی ادبیت، شعر پرستی اور شعراء پرستی کے تناظر میں ہیں۔ مگر یہ خصوصیت کتاب البیان اور کتاب الامالی وغیرہ میں نہیں پائی جاتی۔ کسی مصنف نے تاریخ پر زور دیا تو کسی نے لغت پر، تو کسی نے عربوں کے علاوہ توریت و انجیل وغیرہ کے قصوں پر۔ مگر سارے مباحث ادبی و تہذیبی پس منظر میں ہیں۔ اس میں فکر و نظر کی وہ دنیا آباد ہے جس میں تہذیب کے وسعت اور ثقافت کا تنوع ہے۔ ان مصنفین نے اس بات کی کوشش کی ہیں کہ اپنے انتخابات، اپنے اشعار کی تحلیل اور اپنی روایات کے بیان کرنے میں عربوں کی تمدنی زندگی کو منکشف کر دیں۔ ان کتب ادبیہ میں جاہلیت، صدر اسلام، اموی دور اور عباسی دور کا ایسا مرقع ہے، جہاں پہونچ کر انسان اس اعلیٰ زبان کی اقدار اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کو سمجھ سکتا ہے جن معایر پر کتابیں مرتب کی گئی ہیں۔ ان کتاب میں زبردست علمی اور ادبی کدو کاوش کے

مناظر موجود ہیں۔ ان میں پیش کردہ اشعار کے انتخاب کے لیے عربوں کے پورے ذخیرہ (دیوان العرب) کو کھنگالا گیا ہے۔ اس کی تدوین و ترتیب کے لیے مصنفین نے نہ جانے کتنے مراحل طے کئے ہیں۔ اور عربوں کے پورے ذخیرہ ادب کی تلاش و تتبع کے بعد یہ لعل و گہر جمع کئے ہیں۔ ان ہی میں لؤلؤ و مرجان سے بھی مصنف نے تاریخ، اشعار اور عربوں کے قصص و واقعات اور مزاج و فکارتہ سے متعلق بھی روایات پیش کیں، جس کی وجہ سے اس کتاب کا حجم بڑھ گیا اور مواد کے اعتبار سے دوسری کتابوں سے ضخیم ہو گئی۔

کتاب البیان و التبیین میں شعراء اور خلفائے اسلام کا ذکر مختصر اور جامع طرز پر ہے، یہی اس کا ایک انفرادی اسلوب ہے، یہی تمام مباحث العقد الفرید میں تفصیل سے مذکورہ ہیں۔ ان کا انداز بھی کتاب البیان سے الگ اور جداگانہ ہے، جہاں تک الکامل کا تعلق ہے، اس میں تاریخ سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ اشعار، خطبات، اقوال و روایات اور عربوں کی تہذیب و تمدن سے تعرض کیا گیا ہے، دراصل یہ کتاب ان راویوں اور ادب و لغت کے عظیم ارکان کا امتداد ہے جنہوں نے اصمعی، خلف الاحمر، ابو عبیدہ اور مفضل الضبی اور دیگر راویوں کو پیش کیا۔ جو اپنی مختلف ادبی و علمی خصوصیات کی بناء پر دائرۃ المعارف کا درجہ رکھتی ہے۔ انہی ادباء نے عربی زبان کو ادبی روایات و اقوال، اور اپنے تبصروں سے مملو کیا ہے، ان شخصیات کے ذکر سے یہ کتاب منور و مصور ہے۔ یہ تمام ادبی تصانیف عربی ثقافت کی سب سے عظیم روشن منارے ہیں جن کے انوار سے پورا عربی ادب روشن و تابناک ہے۔ اب کتاب الامالی کو لیجئے کہ مصنف نے ازہر کی جامع مسجد میں املا کرایا تھا، اس نے اپنے وسیع مطالعہ کے ذریعہ پوری کتاب کو زعفران زار بنادیا، اس میں لغوی اور نحوی مباحث پر توجہ زیادہ مرکوز کی گئی ہے، اور عربوں کے استعمال الفاظ کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس لیے کتاب میں نحو و لغت کے مباحث کی کثرت ہے، العقد الفرید ان گوشوں سے خالی ہے،

العقد الفرید جملہ عناصر ادب کی حامل ہے، لیکن لغوی مسائل بہت کم تعرض کیا گیا ہے۔

ادب کی بنیادی کتابوں کی اہمیت و انفرادیت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے، اور ہر ایک کتاب اپنی جگہ دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے، اور ادب عربی کا ہر ایک طالب علم ان کتب سے استفادہ کرتا ہے، اور یہ تمام کتابیں بنیادی مصادر میں شمار کی جاتی ہیں۔ لیکن ان ادبی تصانیف میں العقد الفرید کو ترتیب کتب ابواب، زبان و بیان کی عمدگی اور سلاست، وروانی کی وجہ سے جو عظمت و رفعت حاصل ہے وہی اس کے حقیقی معیار کا اصل راز ہے۔ اور اس میں موضوعات کی جو خصوصیات ہیں، وہ دوسری کتب میں نہیں پائی جاتیں۔ تمام ادبی موضوعات چاہے ”کتاب العلم والادب“، ”کتاب التعازی والمرائی“، ”کتاب الذہد“، ”کتاب الملح والفکاهات“، ”کتاب کلام الاعراب“، ”کتاب الخطب“، ”کتاب فضائل الشعر“ اور ”کتاب العروض والقوافی“ وغیرہ ہوں یا ان کے علاوہ بہت سے دیگر ابواب قائم کر کے مصنف نے قرآن مجید، حدیث نبوی، خلفاء اسلام، علماء، ادباء، حکماء اور شعراء کے کلام سے موضوعات کے مطابق بحث کی ہیں۔ جن سے العقد الفرید کی علمی محاسن اور ادبی خصائص نمایاں ہوتی ہیں۔ اور اس میں سب سے اہم اور خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے صنف موشحات کی قدر و منزلت بیان کی ہے جو اندلس کی پیداوار ہے۔ اور یہ دنیائے شعر میں ایک مستحسن قدم ہے، ادب و شعر سے شغف رکھنے والے حضرات اس صنف کا بڑی دلچسپی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ العقد الفرید میں اس پر بڑی تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا۔ اور اس کے علاوہ خلیل احمد نحوی کی اتباع کرتے ہوئے عروض و قوافی کے انداز میں بھی شاعری کر کے اپنی کتاب کو دوسری ادبی کتب سے ممتاز بنا دیا ہے۔ لیکن حیرت و استعجاب کا یہ عالم ہے کہ ان تمام خصوصیات کے باوجود یہ کتاب عربی ادب کی بنیادری عناصر میں شامل نہیں ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ سامنے نظر نہیں آتی۔ غالباً

یہ نقطہ نظر تعصب اور تنگ نظری کی دین ہے کہ جس کی وجہ سے اسے عربی ادب کی بنیادی کتب سے خارج کر دیا گیا ہے۔

مصادر و مراجع

عربى كتب:

قرآن شريف

بخارى شريف

ترمذى شريف

مسلم شريف

ابوداؤد شريف

١- ابن الفرضى : تاريخ علماء الاندلس ، مكتبة نشر الثقافة الاسلامية -

١٨٩٠ع

٢- ابن المقرئ : نفح الطيب، مطبعة السعادة بجوار حمامة ، مصر-

(ب،ت)

٣- ابن بسام : كتاب الذخيره فى محاسن اهل الجزيرة ، القاهرة - ١٩٤٢ع

٤- ابن بشكوال : خلف بن عبد الملك ، القاهرة - ١٩٥٥ع

٥- ابن تغرى البردى : النجوم الزاهرة فى ملوك القاهرة (الجزء الثالث) الطبعة

الأولى ، مطبعة دار الكتب المصرية ، القاهرة - ١٩٣٢ع

٦- ابن حيان : كتاب المقتبس - بيروت ، ١٩٧٣ع

- ٧- ابن خاقان : مطمح الأنفس و مسرح التأنس فى ملح اهل الأندلس ،
استنبول- ١٨٨٤ع
- ٨- ابن خلدون : المقدمة لكتاب العبر وديوان المبتدا والخبر ، بيروت
١٨٧٩ع
- ٩- ابن خلكان : وفيات الاعيان (الجزء الاول) الطبعة الاولى ، مكتبة نهضة
مصر- القاهرة - ١٩٤٨ع
- ١٠- ابن دحية: المطرب من اشعار اهل المغرب المطبعة الاميرية ، القاهرة
١٩٤٥ع
- ١١- ابن صاعد الاندلسى : طبقات الامم ،
- ١٢- ابن عبدربه : العقد الفريد ، (الجزء الاول) ، مطبعة لجنة التأليف
والترجمة والنشر ، القاهرة - ١٩٥٢ع
- ١٣- ” ” (الجزء الثانى) ، مطبعة لجنة التأليف
والترجمة والنشر ، القاهرة - ١٩٥٢ع
- ١٤- ” ” (الجزء الثالث) ، الطبعة الثانية ، مطبعة
لجنة التأليف والترجمة والنشر ، القاهرة - ١٩٥٢ع
- ١٥- ” ” (الجزء الرابع) ، الطبعة الثانية ، مطبعة
لجنة التأليف والترجمة والنشر ، القاهرة - ١٩٦٢ع
- ١٦- ” ” (الجزء الخامس) ، مطبعة لجنة التأليف
والترجمة والنشر ، القاهرة - ١٩٦٥ع

١٧- ” ” (الجزء السادس)، مطبعة لجنة التأليف

والترجمة والنشر، القاهرة- ١٩٤٩ع

١٨- ابن عذارى المراكشي : البيان المغرب فى اخبار المغرب، مكتبة صادر

بيروت- (ب،ت)

١٩- ابن قتيبة الدينورى: ادب الكاتب ، مطبعة السلفية ، مصر - ١٣٤٦هـ

٢٠- ابن قتيبة الدينورى : عيون الاخبار ، الطعة الثانية ، مطبعة المؤسسة

المصرية ، القاهرة- ١٩٣٠ع

٢١- ابن كثير: البداية والنهاية (الجزء الحادى والعشر) ، مطبعة السعادة بجوار

محافظة ، مصر (ب،ت)

٢٢- ابو العباس القلقشندى: نهاية الأرب فى معرفة انساب العرب، مطبعة

النجاح ، بغداد- ١٩٥٨ع

٢٣- ابو منصور الثعالبي : يتيمة الدهر ، مكتبة الحسينية التجارية - (ب،ت)

٢٤- ابوالفداء اسماعيل: المختصر فى اخبار البشر (الجزء الثانى) ليزيا

ليبسك- ١٨٣١ع

٢٥- احمد الاسكندرى : الوسيط فى الادب العربى و تاريخه المطبعة

السادسة ، دار المعارف مصر، (ب،ت)

٢٦- احمد امين : ضحى الاسلام ، الطبعة الخامسة ، مطبعة لجنة التأليف

والترجمة والنشر ، القاهرة- ١٩٥٢ع

٢٧- احمد امين : ظهر الاسلام ، مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر ،

القاهرة - ١٩٥٢ع

٢٨- احمد بن يحيى الضبي : بغية الملتبس في تاريخ رجال اهل الأندلس ،

بيروت - ١٨٨٤ع

٢٩- احمد حسن الزيات : تاريخ الادب العربي ، الطبعة الرابعة والعشرون ،

مطبعة الاعتماد ، مصر - ١٩٣٠ع

٣٠- احمد مختار العبادي : في التاريخ العباسي والأندلسي ، دار النهضة

العربية ، بيروت - (ب،ت)

٣١- اسماعيل بن القاسم القالي : كتاب الأمالي ، الطبعة الثانية ، مطبعة دار

الكتب المصرية ، القاهرة - ١٩٢٦ع

٣٢- الدكتور أ- ر- نيكل : مختارات من الشعر الأندلسي ، دار العلم

للملايين ، بيروت - (ب،ت)

٣٣- الدكتور أ- ر- نيكل : الغزل ، (الجزء الثاني) دار المعارف ، بيروت -

(ب،ت)

٣٤- الذهبي : تذكرة الحفاظ (الجزء الثالث) الطبعة الثانية ، دائرة المعارف

النظامية ، حيدرآباد ، الدكن - ١٣٣٤هـ

٣٥- ديوان النابغة الذبياني : (تحقيق) الشيخ عبد الرحيم سلام ، مطبعة

المصباح ، بيروت - ١٩٢٩ع

٣٦- اليافعي : مرآة الجنان ، الطبعة الأولى ، مطبعة دائرة المعارف النظامية

بمدينة حيدرآباد ، الدكن - (ب،ت)

- ٣٧- بطرس البستاني : أدباء العرب ، دار مارون عبود ، بيروت - ١٩٧٩ع
- ٣٨- جبرائيل جبور البستاني : ابن عبدربه وعقده، المطبعة الكاثوليكية
بيروت- ١٩٣٣ع
- ٣٩- جرجى زيدان : تاريخ آداب اللغة العربية وآدابها ، دار مكتبة الحياة ،
بيروت - ١٩٦٧ع
- ٤٠- جلال الدين سيوطى: بغية الوعاة ، القاهرة - ١٣٢٦هـ
- ٤١- حاجى خليفة: كشف الظنون عن اسامى الكتب والفنون ، وكالة
المعارف الجليلة فى مطبعها البهية ، ١٩٤١ع
- ٤٢- حسين مونس : تاريخ الفكر الاندلسى ، النهضة المصرية ، القاهرة-
١٩٥٥ع
- ٤٣- حنا الفاخورى : الجاحظ ، دار المعارف ، بيروت - (ب،ت)
- ٤٤- خير الدين الزركلى : الاعلام (الجزء الاول) ، الطبعة التاسعة ، دار العلم
للملايين، بيروت- نوفمبر ١٩٩٠ع
- ٤٥- شوقى ضيف : الفن و مذهبه فى الشعر العربى ، الطبعة الثانية، مكتبة
الأندلس ، بيروت- ١٩٥٦ع
- ٤٦- شوقى ضيف : الفن و مذهبه فى النثر العربى ، الطبعة الثانية ، مكتبة
الأندلس ، بيروت- ١٩٥٦ع
- ٤٧- شوقى ضيف : المغرب فى حلى المغرب (الجزء الاول) ، دار
المعارف، مصر- (ب،ت)

٤٨- صلاح الدين خليل بن ابيك الصفدى: الوافى بالوفيات ، (الجزء الثالث)

المطبعة الهاشمية ، دمشق - ١٩٥٣ع

٤٩- طاش كبرى ذاده : مفتاح السعادة و مصباح السيادة (الجزء الاول)

مطبعة مجلس دائر المعارف العثمانية ، بحيدر آباد ، الدكن - ١٩٨٠ع

٥٠- ديوان حسان بن ثابت:(تحقيق) عبد الرحمن البرقوتى ، دار الاندلس ،

بيروت - ١٩٦٦ع

٥١- عبد العزيز عتيق : علم العروض والقافية ، دار النهضة العربية ، بيروت-

(ب،ت)

٥٢- ديوان الفرزدق : (تحقيق) عبد الله اسماعيل الصاوى، مطبعة الصاوى ،

القاهرة- (ب،ت)

٥٣- عبد المنعم خفاجة : قصة الأدب ، الطبعة الثانية ، مكتبة المعارف ،

بيروت- ١٩٦٢ع

٥٤- عبد الواحد المراكشى : المعجب فى تلخيص اخبار العرب ، الطبعة

الأولى ، مطبعة الاستقامة ، القاهرة - ١٩٤٩ع

٥٥- على أدهم : بعض مؤرخى الاسلام ، مكتبة النهضة المصرية ، مصر-

(ب،ت)

٥٦- عمر الدقاق : مصادر التراث العربى ، المكتبة العربية ، حلب- ١٩٦٨ع

٥٧- عمر رضا كحالة : معجم المؤلفين (الجزء الثانى) مطبعة الترقى ، دمشق -

١٩٥٧ع

- ٥٨- عمر فروخ : تاريخ الادب العربى (الجزء الخامس)، الطبعة الأولى ، دار العلم للملايين ، بيروت - ١٩٨٢ع
- ٥٩- عمرو بن بحر الجاحظ: كتاب البيان والتبيين ، المكتبة التجارية الكبرى ، القاهرة - ١٩٢٧ع
- ٦٠- عيسى سابا (تحقيق) : شعر الحطية ، مكتبة صادر بيروت ، ١٩٥١ع
- ٦١- المهلهل (منتخبات اشعاره): (تحقيق) فؤاد افرام البستاني ، الطبعة الثانية ، المطبعة الكاثوليكية، بيروت - ١٩٣٩ع
- ٦٢- الأخطل (تحقيق) فؤاد افرام البستاني ، الطبعة الثانية ، المطبعة الكاثوليكية ، بيروت - ١٩٦٣ع
- ٦٣- فؤاد افرام البستاني : دائرة المعارف (الجزء الثالث)، بيروت - ١٩٦٠ع
- ٦٤- فؤاد افرام البستاني : ابن عبدربه ، الطبعة الثالثة ، بيروت - ١٩٤٧ع
- ٦٥- ديوان سيدنا عليّ (تحقيق) قاضى نور محمد بن القاضى عبد الكريم (طبع ثانى) مطبعة الكرىمى الكائن ببلدة بمبئى - ١٣٤٣هـ
- ٦٦- كرد على : كنوز الاجداد : مطبعة الترقى ، دمشق - ١٩٥٠ع
- ٦٧- ليفى بروفنسال : حضارة العرب فى الاندلس ، دار مكتبة الحياة ، بيروت - (ب،ت)
- ٦٨- لويس معلوف اليسوعى : المنجد
- ٦٩- محمد ابن ابار : كتاب التكملة لكتاب الصلة ، مصر - ١٨٠٦ع
- ٧٠- ديوان امرؤ القيس: (تحقيق) محمد ابو الفضل ابراهيم ، دار المعارف ،

مصر - ١٩٥٨ع

٧١- شرح ديوان جرير: (تحقيق) محمد اسماعيل عبد الله الصاوي ، دار

الانس ، بيروت (ب،ت)

٧٢- محمد الحميدى: جذوة المقتبس (الجزء الاول) ، بيروت - ١٩٨٣ع

٧٣- محمد ذهبي : سير اعلام النبلاء ، الطبعة الثامنة، مؤسسة الرسالة، بيروت -

١٩٩٢ع

٧٤- محمد رضوان داية: تاريخ النقد الادبي فى الأندلس، دار الانوار

بيروت - (ب،ت)

٧٥- محمد عبد الله عنان : تراجم اسلامية شرقية و اندلسية ، دار المعارف ،

مصر (ب،ت)

٧٦- محمد فريد الوجدى: دائر معارف القرن الرابع عشر العشرين (الجزء

السادس) الطبعة الثالثة ، ١٩٧١ع

٧٧- مصطفى الشكعة : مناهج التأليف عند العلماء العرب ، دار العلم

للملايين، القاهرة- ابريل ١٩٩١ع

٧٨- مصطفى صادق الرافعى: تاريخ الآداب العرب ، (الجزء الثالث) الطبعة

الثانية، مطبعة الاستقامة ، القاهرة ١٩٥٤ع

٧٩- مصطفى طه بدر: الحضارة الاسلامية ، دار الفكر العربى ، بيروت -

(ب،ت)

٨٠- مصطفى عوض الكريم: فن التوشيح ، بيروت - ١٩٥٩ع

۸۱۔ یاقوت الحموی : معجم الأدباء ، مكتبة القراءة والثقافية الأدبية ، قاهرة۔

۱۹۵۵ء

۸۲۔ یاقوت الرومی : ارشاد الأريب الى معرفة الأديب ، (الجزء الثاني) ،

مصر۔ ۱۹۲۴ء

اردو کتب:

۸۳۔ توقیر عالم فلاحی : عہد عباسی کے چند ائمہ علم و فن (طبع اول) اردو پرنٹنگ

پریس، دہلی۔ ۱۹۹۲ء

۸۴۔ ثروت صولت : ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ (طبع سوم) مرکزی مکتبہ

اسلامی، دہلی۔ نومبر ۱۹۹۴ء

۸۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) طبع اول، دانش گاہ پنجاب، لاہور۔ ۱۹۶۴ء

۸۶۔ ڈاکٹر گستاوی بان : تمدن عرب (ترجمہ) سید علی بلگرامی، مقبول اکیڈمیک،

لاہور۔ ص ۳۴۳

۸۷۔ مولانا ابو الاعلی مودودی : تفہیم القرآن (طبع اول) جمال پرنٹنگ

پریس، دہلی۔ ۱۹۶۳ء

۸۸۔ مولانا ریاست علی ندوی : تاریخ اندلس، حصہ اول، مطبع معارف اعظم

گڈھ۔ ۱۹۵۰ء

۸۹۔ مولانا سعید احمد : غلامان اسلام، جید برقی پریس، دہلی۔ ۱۹۴۰ء

فارسی کتب :

۹۰- ابن سینا ، ابن میسر: دائره معارف بزرگ اسلامی ، مرکز دائره المعارف بزرگ

اسلامی ، تهران - ۱۳۶۰ هـ

انگریزی کتب:

91-Spanish Of Islam, By,Reinhert Dozy. Frank
cass, London. 1913-

92-The Encyclopadia Of Islam, (v-1-3) Editited By
B-Lewism London. 1971-

93-The New Encyclopadia(v-8) 15 th
EditionBritanica,1768-

94- A Literary History of the Arabs:By Reynold A
.Nichilson, First Edition,Cambridge At the University
Press ,London 1969- P 347

عربی رسائل :

الدكتور حسين فوزي:المجلة :شماره: ۱۰، جلد اول، اکتوبر ۱۹۵۷ء

عاد الغضبان: الكتاب (الجزء الثاني والرابع) دار المعارف، مصر - ۱۹۴۷ء

اردو رسائل:

معارف: جیلہ شوکت - مئی، جون، شمارہ نمبر ۵۶ - جلد ۱۲۲ - ۱۹۷۸ء دارالمصنفین،
اعظم گڑھ۔